



SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Pakistan)

باہتمام ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر
ثنا ٹی بوقی پریس سرگودھا سے چھپکر بیہرا (پاکستان) سے شائع ہوا

ماہنامہ

شمس الاسلام

ہر ماہ کی گیارہ
تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

سالانہ چندہ
عوام سے
معاونین سے
طلبہ سے
۸

جلد ۲ بھیرہ مغربی پنجاب - بابت چارہ جلدی فی مطابق اپریل ۱۹۴۹ء نمبر ۴

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۳
۲	شذرات	"	۱۱
۳	اسلامی نظام سیاست کی خصوصیات	دستور ساز اسمبلی میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی تقریر کا مکمل متن	۱۶
۴	انتقال پر طلال	ادارہ	۲۰
۵	حضرت عمر بن عبدالعزیز اور شعراء زمانہ	"	۲۱
۶	آیت خاتم النبیین پر راز شوکت و ایمان کی حقیقت	مولانا محمد بہاؤ الحق صاحب قاسمی وزیر آباد	۳۱
۷	اسوہ رسول کی پیروی	ادارہ	۳۴
۸	باب التقریظ والانتقاد	"	۱۰۳۹

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، شنائی برقی پریس سہروردہ سحر چھپکڑ بھیرہ پاکستان شائع ہوا۔

بزم انصار

مجلس مرکزیہ حزب الانصار کی انیسویں عظیم الشان

سالانہ کانفرنس ۱۲/۱۳ مارچ کو تزک و احتشام کیساتھ منعقد ہوئی

(اداسالا)

حب معمول اسام مجلس مرکزیہ حزب الانصار کی سالانہ عظیم الشان کانفرنس ۱۲/۱۳ مارچ کو جامع مسجد بھیرو کے وسیع صحن میں منعقد ہوئی۔ ۱۱ مارچ روز جمعہ المبارک کو ساڑھے بارہ بجے علماء کرام تشریف فرما ہوئے۔ اسیشن پرنسپل گارڈ کے مسلح رضا کاروں نے سلام دوایا اور وہاں سے شاندار جلوس کی شکل میں ہزاروں مسلمان اسلام زندہ باد، پاکستان زندہ باد، مجلس حزب انصار زندہ باد اور فوج محمدی زندہ باد کے نکل نکالے گئے۔ دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور شہر کے بڑے بازاروں میں گز کر یہ جلوس جامع مسجد پہنچا۔ راستہ میں دکانوں اور گھروں پر ہزاروں مسلمان استقبال کیلئے کھڑے ہوئے رونق پڑھا ہے تھے۔ دو بجے جناب محترم مولانا حاجی افتخار احمد صاحب امیر حزب انصار نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اور نماز جمعہ سے فراغت حاصل کر نیک بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اور پہلی نشست میں مولوی امیر الدین صاحب جلال آبادی کی تقریر ہوئی۔

اسی طرح دوسری نشست رات کو نماز عشاء کے بعد سے ساڑھے گیارہ بجے تک، اور تیسرا اجلاس ۱۲ مارچ کو دس بجے صبح سے دو بجے تک رہا۔ پوتھا اجلاس تین بجے سے پانچ بجے تک، پانچواں اجلاس بعد از نماز شام پونے نو بجے سے تقریباً بارہ بجے رات تک، چھٹا اجلاس ۱۳ مارچ کو صبح دس بجے سے ۲ بجے ظہر تک اور ساتواں اجلاس ۳ بجے بعد از نماز ظہر سے پونے پانچ بجے تک رہا۔ اسکے بعد دعائے خیر کیساتھ جلوس کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا۔

تین روز کے ان سات اجلاسوں میں ہزاروں مسلمانوں نے حضرات علماء کرام کے مواعظ صحت استفادہ کیا۔ اور لنگر کی طرف سے تمام شرکاء کانفرنس کیلئے ان ایام میں کھانیکا مفت انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تھا۔ اور اس طرح ہزاروں مہمانوں کی ضیافت ہوئی رہی۔ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل حضرات

علماء کرام نے شرکت فرما کر مسلمانوں کو مستفید فرمایا اور جلسہ کی رونق بڑھائی۔ مولانا غلام غوث صاحب سرحدی، قاضی، احسان احمد شجاع آبادی، مولانا احمد دین صاحب گنجیالوی، مولانا محمد شفیع صاحب خطیب جامع مسجد سرگودھا، مولانا محمد حلیف صاحب کوٹ مومن۔ مولانا عبدالرحمن میانوی۔ مولانا لال حسین اختر۔ مولانا بھادراحق صاحب قاسمی۔ مولانا درویش محمد صاحب۔ مولانا فضل الہی صاحب خطیب جامع مسجد پھلرون۔ مولوی محمد عالم صاحب۔ مولوی قاری عبدالرحیم صاحب۔ مولوی نور محمد صاحب۔ مولوی سید محمود شاہ صاحب۔ مولانا سید سیاح الدین صاحب۔ مولانا محمد امین صاحب جھنگوی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب جلمی۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب بھلوال۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب۔ مولوی سلطان احمد صاحب۔ قبلہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب۔ مولانا برکات احمد صاحب وغیرہ۔

مندرجہ ذیل اہم قراردادوں پر خصوصیت کیساتھ حضرات علماء اکر آم تبصرہ فرمایا۔ اور پوری توجہ و تشریح کے بعد ان تجاویز کو بہ اتفاق آراء پاس کر گیا۔

پہلی تجویز

مجلس حزب انصار بھیرہ کی یہ عظیم الشان سالانہ کانفرنس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ موٹیس پاکستان علامہ اقبال مرحوم کی تجویز کے مطابق مرزائیوں کو سکھوں کی طرح مسلمانوں سے بالکل علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے اور مختلف مرزائی افسر چاہنے والوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل اسلام کو گمراہ کر نیکی کوششیں کرتے ہیں عامۃ المسلمین کے بڑھتے ہوئے اضطراب کے پیش نظر ان کا بہت جلد مکمل انسداد کیا جائے۔

اس اہم تجویز کو پیش کرتے ہوئے ۱۲ مارچ کو تیسرے اجلاس میں مشہور مناظر مولانا لال حسین اختر صاحب مرزائیت کے متعلق ایک مبسوط و مدلل تقریر فرمائی۔ اور مختلف حوالہ جات سے یہ ثابت کیا کہ مرزائی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ خود ہر معاملہ میں اپنے آپ کو ہم سے بالکل علیحدہ قوم قرار دیتے ہیں۔ اور انہی وجوہات کی بنا پر کہ عقائد باطلہ اور بالکل علیحدہ گروہ بندی کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی جماعت میں نہیں رہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے بڑے زور و شور کیساتھ اس مطالبہ کو پیش کیا تھا۔ کہ مرزائیوں کو بھی سکھوں کی طرح ایک جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔ اب جبکہ پاکستان بن گیا ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق اسکے دستور کو مرتب کر نیکی ابتدا کی جا رہی ہے نہایت ضروری ہے کہ بانی پاکستان علامہ اقبال مرحوم کی اس تجویز کو جلد از جلد منظور کیا جائے اور مرزائیوں کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت کا درجہ دیا جائے۔ اس تجویز کی تائید میں مولانا غلام غوث صاحب سرحدی نے اپنے مخصوص انداز میں ایک جامع تقریر فرمائی۔ اور مرزائیوں، اور مرزائیت کی حقیقت خوب کھوا۔ رتبہ۔ ان کے بعد قاضی

احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے اس قرارداد کی تائید میں ایک مختصر مگر نہایت ہی موثر دلولہ انگریز تقریر فرمائی۔ خصوصاً جہاد کے متعلق مرزا صاحب کے ”ارشادات“ یعنی جہاد کے منسوخ ہونے، حرام ہونے اور انگریزوں کی وفاداری، وغیرہ کے متعلق بہت سے حوالے کتابیں نکال نکال کر پیش کر دئے۔ اور بتایا کہ جس اُمت کا عقیدہ یہ ہو کہ دین کیلئے لڑنا حرام و ناجائز ہے اُس اُمت کو مسلمان سمجھنا اور اسکے ایک پختہ کار فرد کو وزارت خارجہ کا اہم عہدہ دیکر پاکستان کی بیرونی پالیسی کا نگران بنانا کقدر ہلاکتوں اور تباہیوں کا موجب بن سکتا ہے۔

ان دوردار اور موثر تقاریر و توضیحات کے بعد غرہ تکبیر کے فلک شگاف نعروں میں متفقہ طور سے یہ تجویز منظور ہو گئی۔

دوسری تجویز

یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ تمام سکولوں اور کالجوں میں مکمل دینی تعلیم کو لازمی قرار دیکر اس اہم قومی ضرورت کو پورا کرے۔ تاکہ قوم کی آئندہ نسل صحیح اسلامی سیرت و اخلاق سے آراستہ ہو کر مملکت پاکستان کی دیانت دارانہ خدمت کے قابل بن سکے۔ نیز یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ نصاب تعلیم اہل سنت کے ماہر علماء کے ذریعہ تیار کیا جا کر اس کی تعلیم مستند علماء سے دلائی جائے۔

حضرت مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی نے اس تجویز کو پیش کر کے اسکی توضیح و تشریح میں ایک تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ میکالے کا نظام تعلیم سکولوں۔ کالجوں میں اسلئے جاری کیا گیا تھا کہ انگریزی حکومت کی گاڑی چلانے کیلئے کچھ سستے داموں کے کلرک مل سکیں جو رنگ، خون، نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوں مگر نظریات و خیالات اور افکار و عقائد کے لحاظ سے خالص انگریز، چنانچہ اس تعلیم کے اثرات ہیں کہ ہماری قوم کے اخلاق و اعمال بالکل اسلامی طرز و انداز سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ اسلئے اب جبکہ اپنی آزاد و خود مختار حکومت پاکستان کی نعمت ہم کو نصیب ہوئی ہے ضروری ہے کہ علوم اسلامیہ کی طرف بیش از بیش توجہ دیکجائے۔ اور حکومت پورے اہتمام کیساتھ تمام تعلیمی اداروں میں دینیات کی تعلیم لازمی قرار دے۔ نصاب تعلیم ماہر علماء دین کے ذریعہ تیار کیا جائے اور پھر مستند اور لائق علماء سے اُن کتابوں کی تعلیم دلائی جائے اور علوم دینیہ کے معلمین کی حیثیت و وقعت اُن اداروں میں ہر لحاظ سے دوسرے مضامین کے اساتذہ سے بڑھ کر ہو تاکہ طلبہ اس شعبہ کی اہمیت و حیثیت کو محسوس کر کے بصد شوق و ذوق دینی علوم کو حاصل کر سکیں کوشش کیا کریں۔ اور صرف اسی طریقہ سے قوم کی آئندہ نسل صحیح اسلامی

سیرت و اخلاق سے آراستہ ہو کر پاکستان کی خدمت کے قابل بن سکتی ہے۔

مولانا سید تاج الدین صاحب کا کاخیل نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ کہ علامہ اقبال مرحوم کے قول کے مطابق ہر فاتح قوم مفتوح قوم کی خودی کو مٹانے اور اسکو موم کی طرح نرم کر کے جدمر جاسے۔ مرنے کیلئے تعلیم کے تیزاب میں ڈال دیتی ہے۔ انگریزوں نے بھی ہندوستان پر غلبہ پا کر ایسا ہی کیا اور منظم طریقہ سے انہوں نے اسلام کے تمام شاعر کو ختم کرنے، اور اسلامی فلاح و اعمال کو پر باد کرنے کیلئے اپنا وہ نظام تعلیم جاری کیا جسکی بنیاد ہی مادیت، خدا ناشناسی، آخرت فراموشی، عاجل پسندی اور خود غرضی پر تھی اور اسی تعلیم ہی کا اثر ہے کہ

تھا جو یا خوب بدترجیح وہی خوب ہوا کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اور جو اونچی ترقی کی خوشی کیساتھ ساتھ اقبال مرحوم کے لب خداں سے فریاد نکلتی رہی۔ اور اس کو نئے سرے سے بونے کیلئے ختم دیگر کیف آوردن کی ضرورت پڑ گئی۔ اسی شجرہ خبیثہ کے پھل ہیں جو آج ہر شعبہ زندگی میں انسانیت کو تباہ کرنے اور لوگوں کے امن و چین اور سکون خاطر ختم کرنے کیلئے چاروں طرف نظر آرہے ہیں۔ ہر محکمہ میں رشوت ستانی، رشوت دہی، بے انصافیاں، عیاشیاں، زبردست آزاریاں، بھصب و نمب، اور انسانوں کی حیوانیت۔ اسی میکالے نظام تعلیم کے کڑوے ثمرات ہیں۔ پاکستان بن جانیکے بعد ہمارا اصل بنیادی مطالبہ تو یہ ہے کہ یہاں مکمل نظام اسلامی جاری و نافذ کیا جائے اس نظام کے باعث خیر و برکت شیعہ جات، میں سے ایک شعبہ تعلیم بھی ہے۔ اگر سارے ملک کو اور حکومت کے ہر شعبہ کو مسلمان بنانیکا فیصلہ کر کے عملی اقدام کا ارادہ کیا گیا تو یہ شعبہ بھی سرتاسر مسلمان بنا کر نظام تعلیم کو بدل دیا جائیگا۔ لیکن چونکہ ہم اس چیز کو بھی جانتے ہیں کہ اتنا بڑا اہم کام اچانک سرانجام نہیں پاسکتا لہذا تدریجاً ہی کام چلے گا۔ اسلئے ابتدائی اقدام کے طور پر مندرجہ بالا تجویز پیش کی گئی ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ مکمل تبدیلی سے قبل آغاز سفر کے طور پر فہ الحال سکولوں اور کالجوں میں دوسرے مضامین کیساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم کا بھی لازمی اہتمام کیا جائے۔ آج کل ان تعلیمی اداروں میں برلے نام جو دینیات کے کچھ بیروں مقرر ہوئے ہیں ان سے آج تک کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ اسلئے کہ نہ اس کی تعلیم لازمی ہے نہ ان اساتذہ کی کچھ قدر و وقعت ہے اور نہ اسکا نصاب تعلیم کوئی پسندیدہ ہے اسلئے ان تمام نامیوں کو فوراً دور کرنے اور صحیح اسلامی تعلیم دینے کیلئے جلد از جلد عملی قدم اٹھایا جائے۔ یہ تجویز یا اتفاق آراء منظور ہوئی یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ پاکستانی اضلاع و

بیسری بھونیر

موجودہ بات میں غیر ملکی افسروں کو دوبارہ قوم پر مسلط کیا جا کر جراثیم غلامی کی پرورش اور پاکستانی باشندوں کی حقوق تلفی و حوصلہ شکنی نہ کی جائے جسے اہل ملک نہایت خطرہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمن صاحب میانوی نے اس تجویز کو پیش کر کے اس پر تقریر کی، انگریز گورنروں کے وجود کے مضرات، انگریزوں کی سیاسی چالاکیوں اور چابازوں نے انگریز افسروں کی آمد کی وجہ سے نئے نئے خدشات و خطرات کا تفصیلی ذکر کیا۔ اور بتایا کہ جب تک پاکستان کو ان غیر ملکیوں سے بالکل پاک نہ کیا جائے ناممکن ہے کہ ہماری اندرونی اور بیرونی پریشانیاں ختم ہوں۔ نیز یہ کہ اگر آزاد ہونے کے بعد بھی ہزاروں پاکستانیوں کی موجودگی میں انگریز افسر اگر ہماری حق تلفی اور حوصلہ شکنی کریں تو پھر اس آزادی کا آخر فائدہ کیا۔ اسے بتایا کہ پنجاب کے مختلف اضلاع کیلئے پیر انگریز ڈپٹی کمشنر بلائے جا رہے ہیں۔ اور ہم اس چیز کو ایک عظیم خطرہ کا پیش خیمہ تصور کرتے ہیں۔

یہ تجویز حاضرین جلسہ کی متفقہ تائید سے منظور ہوئی۔

پوٹھی تجویز

یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ قومی زبان اردو کو تمام سرکاری محکموں اور اداروں میں جلد از جلد رائج کیا جائے اور پاکستانی آئین کی ترتیب و تدوین اور اسمبلی کی ساری کارروائی بھی اردو میں کی جائے۔

امیر حزب الانصار مولانا افتخار احمد صاحب بگوی نے اس تجویز کو پیش کیا اور فرمایا کہ ضروری تھا کہ آزاد ہونے کے بعد ہی ہم آزادی کا عملی ثبوت دیتے اور انگریزی دور کی تمام نشانیوں کو یکسر ہٹا دیتے مگر افسوس ہوتا ہے کہ انگریزوں کی مگر انگریزیت نہیں گئی۔ یوں تو کہا جاتا ہے کہ پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان اردو ہے مگر ابھی تک ساوا کاروں اور انگریزی زبان میں ہے۔ ایک عام آدمی ہر محکمہ حکومت میں جا کر یہی محسوس کرتا ہے کہ ابھی انگریزی رائج ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دستور ساز اسمبلی کی ساری کارروائی جس پر ساری قوم کے مستقبل کا دار و مدار ہے انگریزی زبان میں ہوتی ہے۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے ایک طویل بیان میں اپنی پریشانیوں کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اسمبلی سترہ ماہ محض میں ڈوبی ہوئی ہے۔ سب کچھ انگریزی زبان میں ہو رہا ہے اور وہاں میٹکر میں کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ابھی چند روز ہوئے وزیراعظم پاکستان خان یاقوت علی خان صاحب کی قرارداد متعاضد کا ترجمہ اردو اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ چونکہ اصل قرارداد انگریزی زبان میں مرتب کی گئی تھی اسلئے اس کے تراجم میں بہت اختلاف تھا۔ اور بعض اخبارات کے تراجم سے تو بہت کچھ غلط فہمیاں بھی پھیل گئیں۔ اگر اصل قرارداد اردو ہی میں مرتب کیا جاتا اور اسکی توضیح بھی صاف و سلیس اردو زبان میں کی جاتی تو ہر مسلمان

سمجھ جانا کہ اُنکے مستقبل کے بارے میں ان کے اکابر نے کراچی میں ٹیبلٹ کیا کچھ فیصلے کر دیے۔ اس سے اپنے ان نمائندگان محترم سے زوردار الفاظ میں مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ خدا انگریز کی اس یادگار کو چھوڑ دیں اور اپنی قومی زبان کو اپنا کر جلد از جلد پاکستان کے تمام محکموں اور اداروں میں زبان اردو کو رائج کر دیں۔ اور دستور ساز اسمبلی کی ساری کارروائی اور دستور کی ترتیب و تدوین اردو زبان میں ہو۔ یہ تجویز حاضرین جلسہ کی یہ اتفاق آراء منظور ہوئی۔

پانچویں تجویز

مجلس حزب الانصار کی سالانہ عظیم الشان کانفرنس میں علماء سرحد و پنجاب نے متفقہ طور پر مسٹر یاقوت علی خان صاحب وزیراعظم کی قرارداد مقاصد پر اظہار مسرت کرتے ہوئے اس کے جز اول اور جز سوم میں مندرجہ ذیل ترمیم ضروری قرار دی ہے۔

(۱) جمہیں ریاست اپنے اختیارات اور اقتدار کو (خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر) جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ استعمال کریگی۔

(۲) جس میں مسلمانوں کو اسکا دیا بند کیا جائیگا کہ وہ اپنی (مذہبی سیاسی) انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کو قرآن و سنت میں پیش کردہ اسلام کی تعلیمات اور مقضیات کے مطابق منظم کریں۔

اس تجویز کو پیش کر کے مولانا غلام غوث صاحب نے ایک مبسوط تقریر فرمائی اور کہا کہ سترہ ماہ کے بعد ہماری دستور ساز اسمبلی میں اس قرارداد مقاصد کا پیش ہونا درحقیقت عام مسلمانوں کی جدوجہد اور مخلصانہ مطالبہ کا نتیجہ ہے۔ قوم کی متفقہ آواز نے اتنا اثر کر دیا کہ ہمارے نمائندوں نے اسمبلی کے ایوان میں خداوند تعالیٰ کی حاکمیت اور خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر اختیارات حکومت استعمال کرنے اور پاکستان کو ایک مقدس امانت الہی ملنے کا اقرار کر دیا۔ ہم اس پر خوشی کا اظہار کرتے اور وزیراعظم صاحب کو بھی مبارک باد دیتے ہیں۔ لیکن اس قرارداد کی عبارت پر غور کرنے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے۔ کہ حضرات غیر مسلموں اور دنیا کی دوسری حکومتوں سے کچھ شرمندہ ہو کر وہی زبان سے اعتراف کرنا چاہتے ہیں اور انکو کھل کر واضح الفاظ میں اس اذان حق کہنے کی جرات نہیں۔ جو دنیا کو طلوع صبح صادق کی خبر دے اور نیند کے متوالوں کو نواب غفلت سے بیدار کر دے۔ ضرورت تھی کہ واضح الفاظ میں حکومت پاکستان کو ایک خالص مذہبی اسلامی حکومت قرار دیا جاتا اور قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماخذ قانون تسلیم کرنے کا اعلان کیا جاتا۔ بہر حال جتنا بھلا کچھ کہا گیا ہے اسکو بھی بنیادی طور سے غنیمت سمجھا جاسکتا ہے۔ البتہ دو ترمیمیں کم سے کم ایسی ہیں

کہ مقصد کو واضح کر نیکے لئے انکی خاص ضرورت ہے اور ہم نے غور و خوض کے بعد اس تجویز کی صورت میں اُن دونوں کو پیش کیا ہے۔ لہذا اراکین دستور ساز اسمبلی سے ہمارا مطالبہ ہے کہ کم از کم ان ترمیموں کو ضرور منظور کر لیا جائے۔ تاکہ پاکستان صحیح اسلامی حکومت بن سکے۔

مولانا موصوف کی اس تجویز کے بعد مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل نے اسکی تائید میں فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے مخلص مسلمانوں کی جدوجہد کو پارا ور کیا۔ اور جو قرارداد مقاسد پیش کی گئی ہے وہ بقول وزیراعظم صاحب ”روشنی کی تحریاق پر ظاہر ہو کر طلوع ہوئی“ روز روشن کا پیش خیمہ بن رہی ہے۔ لیکن چاہئے یہ تھا کہ اس بنیادی قرارداد کو ایسے واضح اور بین الفاظ میں مرتب کیا جاتا کہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہوتا تاکہ کوئی تداخل اسکی ایسی تشریح کر ہی نہ سکے جو معنی مراد سے اور اسلام سے دور ہو۔ اور اس غرض کیلئے یہ کم سے کم ترمیم اس جلسہ کی طرف سے بصورت تجویز پیش کی گئی ہے۔ میں اس تجویز کی پوری پوری تائید کرتا ہوں۔ مولانا موصوف نے میاں افتخار الدین کی اس تقریر کی بھی تردید کی جو اُس نے جمہوریت کے غیر اسلامی معنی بیان کر کے اس قرارداد مقاصد کو غیر اسلامی بنانیکے لئے کی تھی۔ اس کے بعد اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور ہوئی۔

چھٹی تجویز

یہ جلسہ حضرت صاحبزادہ مقبول الرسول صاحب کی وفات کے سانحہ المیہ پر رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے اعزہ و اقارب کیساتھ اس مصیبت میں قلبی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوا مرحوم کیلئے دعا و مغفرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو جنت الفردوس کی دائمی خوشیاں نصیب فرمائے اور اسکے محترم بھائی حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب اور تمام رشتہ داروں کو اجر جزیل اور صبر جمیل عطا فرمائے۔

قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے صاحبزادہ صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے تمام حاضرین جلسہ کو سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھکر ثواب بخشنے کیلئے کہا۔ چنانچہ

۱۔ اسوقت تک دستور ساز اسمبلی میں قرارداد کے منظور ہونے کی اطلاع نہیں آئی تھی۔ اب جبکہ وہ بلا ترمیم منظور ہو چکی ہے ضرورت اس چیز کی ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے بار بار اس دستوری کمیٹی کے ارکان کو توجہ دلائی جائے کہ وہ اسکی توضیح و تشریح میں پورے احتیاط سے کام لیں اور کسی غیر اسلامی نظریہ کو دستور میں درج نہ کریں اور ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں اُن علماء کرام کا تعاون اور اُن سے استفادہ انتہائی ضروری ہے۔ جو علوم دینی میں کافی مہارت کے ساتھ حالات حاضرہ کے تقاضوں کو بھی خوب جانتے اور ہر قسم کے معاملات پر عبور رکھتے ہوں۔ مولانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

پاکستان کا دستور اساسی اور ملائیت

(اداسما ۸)

پاکستان دستور ساز اسمبلی میں ۷ مارچ کو وزیر اعظم پاکستان مشر بلحاقت علی خان صاحب نے جو قرارداد مقاصد پیش کی تھی اور چند روز زیر بحث رہنے کے بعد آخر ۱۲ مارچ کو بلا ترمیم منظور ہو رہی ہے اسکے پیش ہونے سے قبل جب اس کا متن اخبارات میں شائع ہوا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ چند بنیادی باتوں کو اس میں مبہم بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ ضرورت تھی کہ بنیادی امور کو صاف و صریح الفاظ میں ادا کیا جاتا۔ اور خصوصاً قرآن و حدیث کو ماخذ قانون قرار دینے اور تمام خلاف شریعت احکام کی منسوخی اور آئندہ کے لئے کسی خلاف شریعت قانون نہ بن سکنے کی تصریح ایک مستقل دفعہ میں بہت ضروری تھی۔ اور اس توضیح و تشریح کی ضرورت کو بہت سے علماء کرام اور قانون دان حضرات نے محسوس کیا تھا۔ مگر ۷ مارچ کو قرارداد پیش کر کے وزیر اعظم صاحب نے اس کے متعلق جو توضیحی تقریر کی ہے اس سے کافی حد تک تسلی ہو جاتی ہے اور کچھ اندازہ ہونے لگتا ہے کہ روشنی کی تحریر افق پر ظاہر ہو کر طلوع ہو نیوالے روز روشن کا پیش خمیہ بن رہی ہے۔ اس ضمن میں ہم تقریر کے بعض دوسرے حصوں کے متعلق کسی دوسرے موقع پر ذکر کر چکے۔ البتہ تقریر ایک خاص حصہ کے متعلق آج کی صحبت میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

یورپ کی تاریخ میں ایک ایسا دور گزرا ہے کہ چونکہ عیسائی پاپاؤں اور پادریوں کے پاس مسیح علیہ السلام کی چند اخلاقی تعلیمات کے سوا کوئی شریعت تھی ہی نہیں۔ لہذا وہ اپنی مرضی سے اپنی خواہشات نفس کے مطابق قوانین بناتے تھے۔ اور یہ کہہ کر نافذ کرتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض و مصالح کو احکام خداوندی کا درجہ دیکر لوگوں سے اسکی اطاعت کا مطالبہ کرتے تھے۔ اور اس طرح خدا کی بادشاہت حکومت الہیہ (تحمیلا کریم) کے نام سے ایک مخصوص مذہبی طبقہ اپنے قوانین نافذ کرتا اور عملاً اپنی خدائی عام باشندوں پر مسلط کر دیتا تھا۔ اور پھر اس طرز کی خدائی بادشاہت نے وہ اندھیر مچایا تھا اور وہ وہ مظالم ڈھائے

تہ کہ اسکی دراز دستیوں اور ستم رائیوں سے تنگ آکر رومل کے طور پر آخر کار خدا کا انکار، دہریت والحادی مذہب سے تنفر و بیزاری اور کم سے کم خداوند مذہب کو سیاسی معاملات اور اجتماعی زندگی سے خارج کر دینے کا جذبہ عام طور سے پیدا ہوا۔ اور میکا ولی جیسے لوگوں کے فلسفہ اتحاد کو فروغ حاصل ہوا۔ اور مغربی حکومت کے نام تک سے لوگ بیزار و متنفر ہونے لگے۔ یہی کلیسائیت اور پاپائیت تھی۔ اور انہی پاپائوں اور پادریوں کے خود ساختہ فتوؤں کی بنا پر انکے منظور نظر حکمران انتہائی جبر و ظلم اور خود رانی و استبداد کے باوجود غفلت اللہ اور مبرا عن العیوب قرار دئے جاتے تھے۔ اور جس کا رد عمل پھر یہ ہوا کہ آخر کار مظلوم انسانوں نے خاندانی بادشاہوں اور مستبد مہرانوں کے اس نظام کو توڑ پھوڑ کر موجودہ مغربی طرز کی جمہوریت اور اشتراکیت کو اختیار کیا۔ جو خود انسانیت کے لئے ایک مستقل لغت اور سامان برپا دی ہے۔ اور بقول حکیم مشرقی آزادی کی نیلیم پری کے نام سے جمہوری قبائیں دیو استبداد کی پابہ کو بی ہے۔

ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب کے سامنے یورپ کا وہ تاریخی زمانہ ہے۔ دماغ پر اس دور کے واقعات کا اثر ہے۔ نیز باؤس کے ارکان اور عواما انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں سے وہ خطاب کرنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کو تاریخ اسلام پر عبور کم اور تاریخ یورپ سے واقفیت زیادہ ہے۔ اسلئے مذہبی حکومت اور حکومت آلہ کے نام سے ان یورپی معافی کی بنا پر پیدا ہوتے والے قوحش و گھبرائٹ دور کرینک لئے انہوں نے اپنی تقریر میں اس چیز کو صاف کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ ہم حکمرانوں اور بادشاہوں کی غفلت اللہیت کے نظریہ کو پھر سے زندہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں اس قرارداد کی تنبیہ میں خدا کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے انہ

اور فرمایا کہ۔ میں نے ابھی یہ عرض کیا کہ اصل میں جمہوری اختیارات کے حقیقی حامل ہیں۔ اور اس طرح قدرتی طور پر تصیو کر سی یعنی پاپائیت کی قسم کی تنگ نظرانہ مذہبی حکومت کے قیام کا خطرہ دور ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ تصیو کر سی کے لغوی معنی خدائی حکومت ہیں۔ لیکن اصطلاح میں تصیو کر سی کلیسائی حکومت کہتے ہیں۔ جس سے مراد وہ نظام ہے جو ایسے مقدس رہبان کے ہاتھ میں ہو جس کے اختیارات کو منصوص کرنے والے وہ اہل تقدس ہوتے ہیں جنکے حقوق انکی رہبانی حیثیت سے متعلق ہوں۔ یہ تصور اسلام سے قطعاً بعید ہے۔ اور میں اس پر جتنا بھی زور دوں کم ہو گا کہ اسلام رہبانیت اور کلیسائی سیادت کو تسلیم نہیں کرتا انہ

تقریر کے لب و لہجہ اور سیاق و سباق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محرک کا مقصد تو یہ ہے کہ

پاکستان میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت تشریحی کا نظریہ بنیادی طور سے تسلیم کیا جائے اور یہاں کی حکومت ایک مذہبی حکومت ہوگی جو اپنے اختیارات خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر نیا بننا استعمال کریگی۔ لیکن اسی خطرہ کے پیش نظر کہ حکومت الہیہ کام سنکر تاریخ یورپ کا مطالعہ کر نوالے کہیں گھبرانہ جائیں کہ شاید وہی پاپائیت اور ایک مخصوص مذہبی طبقہ کی ذاتی خواہشات اور ظلّ الہی قسم کی حکومت ہم پر مسلط کی جا رہی ہے۔ محرک تو ضحیٰ کچھ ذکر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ یورپ اور یا یورپ کے شاگرد جس تھیما کریسی سے واقف ہیں اسلامی تھیما کریسی اس سے بالکل مختلف ہے۔ البتہ یہاں پر جناب وزیر اعظم صاحب کو ذرا کھل کر گنا چلے ہے تھا۔ کہ اسلام جس تھیما کریسی کو پیش کرتا ہے وہ کسی مخصوص مذہبی طبقہ کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ بلکہ عام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور یہ عام مسلمان اسے خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق اپنے منتخب اور قوم میں اعلیٰ اخلاق و کردار والے نمائندوں کے ہاتھ چلاتے ہیں۔ مگر شاید کچھ خاص قسم کے مصالح کے پیش نظر اسکو جمہور کے اختیارات کے پردہ میں انہوں نے بیان کر دیا۔

اس تقریر کو سنکر دو مختلف نظریات کے لوگوں نے مختلف قسم کے اثرات لئے۔ اور کچھ بعض اخبارات اور ریڈیو کے خبروں والے حصہ کے ترجمہ نے جو کہ اصل نشر کردہ اردو ترجمہ کے خلاف تھا ان کے اس تاثر میں مدد دی۔ ریڈیو کی خبر میں اور بعض اخبارات میں اصل الفاظ کلیسائیت و پاپائیت کی بجائے ملائیت و پیرستی کے الفاظ شائع کئے گئے۔ بعض مذہبی خیال کے دیندار لوگوں نے حیب یہ سنا اور اخبارات میں دیکھا تو یہ سمجھ کر ناراض و متاثر ہوئے کہ وزیر اعظم صاحب کا یہ مطلب ہے کہ پاکستان میں قرآن و حدیث یا احکام الہی کی وہ تعبیر و تشریح نہیں مانی جائیگی جو علماء دین پیش کریں گے اور اسی کو ملائیت و پیرستی قرار دیکر اسلام سے بعید کہا گیا ہے۔ اور آئندہ ہوگا یہ کہ قرآن و حدیث سے بالکل ناواقف اور علما و عملا اسلام سے کوسوں دور۔ چند مغرب زدہ لوگ جس چیز کو اسلام قرار دینگے وہ اسلام اور احکام خداوندی کے نام سے پاکستان میں جاری و نافذ ہوگا۔ اور جب یہ ہے تو پاکستان اسلامی حکومت کیسے بنی۔

اور اسبطرح یہی مراد بیکر بعض مغرب زدہ اور اسلامی نظام سے خائف حضرات خوش مچے کہ اچھا ہوا ملازم سے قونچ گئے یعنی علماء کرام کی تشریحات سے نجات ہوئی۔ ہم یا ہم جیسے مغربی ذہنیت رکھنے والے جس کو اسلام بتاویں گے۔ وہی اسلام حکومت کے ہاں مقبول ہوگا۔ اور ہمیں اپنی موجودہ زندگیوں میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی پڑیگی۔ بلکہ اسی کو ہم اپنے وکیلانہ زور استدلال

سے اسلام ثابت کر کے من مانی کارروائیاں کرینگے۔

لیکن سیاق و سباق اور وزیراعظم صاحب کے لب و لہجہ سے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں۔ نہ اول طبقہ کی ناراضگی درست ہے اور نہ دوسرے گروہ کی خوشی بلکہ معاملہ بالعکس ہونا چاہئے۔ وزیراعظم صاحب نے کلیسائیت و پاپائیت یا اس طرز و انداز کی مٹائیت کی تردید کی ہے جس نے یورپ میں تباہی و بربادی چھائی تھی اور جس میں کسی خدائی سند اور پیغمبر کے قول و عمل کے ثبوت کے بغیر خود اپنی خواہشات نفس کو قانون اور حکم الہی کا درجہ دیا جاتا تھا اور علماء کرام نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم کو براہ راست حکم دینے، قانون بنانے اور تحلیل و تحریم کا کچھ اختیار حاصل ہے یا صرف ہم میں سے کسی خاص طبقہ و گروہ اور خاص نسل و خاندان کے سوا کسی اور اہل اور ماہر قرآن و حدیث کو تشریح و تفسیر کتاب و سنت کا حق حاصل نہیں ہے۔ علماء کرام نے جب بھی کہا صرف اتنا ہی کہا کہ قرآن و حدیث کی سند سے ان اصول استدلال کے ماتحت ہم یہ بتا دیتے ہیں کہ اس معاملہ میں خدا کا حکم یہ ہے۔ اور اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کی تعبیر و توضیح اور منشا شریعت کو معلوم کر کے متعین کرنے کا حق یقیناً اُن لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنی عمروں کا بیشتر حصہ بلکہ ساری زندگی اس کے حصول و مطالعہ اور اس کے معانی و مفہوم کے ادراک و فہم میں گزاری ہو۔ آخر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ کسی قانون کی تعبیر و تشریح وہی قانون دان بخوبی کر سکتے ہیں جنہوں نے اس قانون کے سمجھے سمجھانے میں کوششیں کی ہوں۔ وزیراعظم صاحب کی تقریر میں علماء دین اور ماہرین قرآن و حدیث کے اس حق تشریح کا کوئی انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ ساری تقریر سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ ان بنیادوں پر اٹھنے والی عمارت صرف وہی لوگ تعمیر کر سکیں گے جو اسلام کے بنیادی تقاضوں سے خوب واقف اور قوانین اسلام کے اچھے ماہر ہوں اور جنہیں اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے علمی اور عملی طریقے بخوبی آتے ہوں۔ اور اگر صرف اسی چیز کا نام بھی مٹائیت رکھا جائے تو پھر ساری تقریر مسلمان قوم کو مٹا بننے کی دعوت ہے۔ الغرض تقریر کے اس حصہ سے دینداروں کو ناامید نہ ہونا چاہئے اور مغرب زدوں کی مسرت بے جا ہے۔

نیز وزیراعظم صاحب نے قتل و لٹیت کے نظریہ کی تردید کر کے قوم کو بتا دیا ہے کہ حکومت پاکستان کا کوئی صدر اعظم، اور کوئی وزیر و امیر یا چھوٹا بڑا افسر مختار مطلق اور بے عیب قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ قوم کے ہر فرد کو قرآن و حدیث کے قوانین کی رو سے اس پر جائز تنقید کا پورا حق حاصل ہوگا۔ اور ایک عام مسلمان کی طرح حکمران کا مینہ کے ارکان بھی قانون خدا و رسول کے

مطابق قابل مواخذہ ہو سکیں گے۔

دستور ساز اسمبلی میں مولانا عثمانی کی تقریر

مشریقت علی خان وزیراعظم پاکستان کی قرارداد مقاصد پر مولانا شیر احمد صاحب عثمانی زید مجدہم نے جو مدلل اور مبسوط تقریر ارشاد فرمائی ہے وہ بہت جامع اور تمام گوشوں کو خوب اچھی طرح سے بے نقاب کر نیوالی اور حکیمانہ ہے۔ آج ضرورت ہے کہ مولانا کی تقریر کا ایک ایک لفظ پاکستان کے ہر مسلم و غیر مسلم کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ مولانا ممدوح کا علم و فضل، تفقہ فی الدین اور بے نظیر خطابت و فصاحت پاکستان بھر میں ممتاز درجہ رکھتی اور ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ مسلمانان پاکستان کے مطالبہ اور اسمبلی کے اندر مولانا ممدوح کی جدوجہد سے قرارداد مقاصد اس طور پر مرتب ہو کر منظور ہو گئی ہے۔ جس سے آئینی طور پر مملکت پاکستان کو اسلامی ریاست کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں ان باتوں کو صاف صاف ذکر کیا ہے۔ جن کو واضح طور سے تسلیم کرنے ہی سے وہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ جن کا قرارداد میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے اب امید ہے کہ حضرت مولانا دستور ساز کمیٹی میں یہ جدوجہد جاری رکھیں گے کہ اس قرارداد کے الفاظ اور ان کے مضمرات و مقصدیات کی روح اور منشاء کے عین مطابق دستور پاکستان مرتب کیا جائے۔ اور اس صورت میں یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ریاست کے قانون کا ماخذ کتاب و سنت کے سوا کوئی اور شے نہیں۔ مولانا ممدوح تو اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے لیکن ضرورت ہے کہ جمہور مسلمین بھی اپنے نمائندوں پر بار بار یہ واضح کریں کہ وہ دستور کو قرارداد مقاصد کے عین مطابق مرتب کریں اور اس سلسلہ میں ان ماہر علوم دینیہ علماء کرام کا ہر تقاضائے وقت کو بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں تعاون حاصل کریں۔ نیز اسلامی ماحول پیدا کرنے کیلئے ابھی سے ایک منظم پروگرام بنا کر عملی اقدام کریں۔

حضرت شیخ الاسلام کی وہ شاندار اور شاہکار تقریر شمس الاسلام میں کسی دوسری جگہ شائع کی جاتی ہے۔

اسلامی نظام سیاست کی خصوصیات

دستور ساز اسمبلی میں ولانا شبیر احمد عثمانی کی تقریر کا مکمل متن

قرارداد مقاصد کے اعتبار سے جو مقدس اور محتاط تجویز آئین سرکاریت علی خان صاحب نے اپنا ہڈکے سامنے پیش کی ہے۔ میں نہ صرف اسکی تائید کرتا ہوں بلکہ آج اس بیسویں صدی میں جبکہ محدود نظریات حیات کی شدید کشمکش اپنے انتہائی نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے۔ ایسی چیز کے پیش کرنے پر موصوف کے عزم و ہمت اور جرأت ایمانی کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو تمبارکباد فی الحقیقت میری طرف سے نہیں بلکہ اس پسپائی ہوئی اور کچلی ہوئی روح انسانی کی جانب سے ہے جو خالص مادہ پرست طاقتور نیکی عرفیہ نہ ترس و آرز اور قیاد ہوسنا کیوں کے میدان کارزار میں مدتوں سے پڑی کراہ رہی ہے۔ اس کے کراہنے کی آوازیں اس قدر درد انگیز ہیں کہ بعض اوقات اس کے سنگدل قاتل بھی گھبرا اٹھتے ہیں۔ اور اپنی جارحانہ حرکات پر نادم ہو کر عقوڑی دیر کے لئے عداوت کش کرنے لگتے ہیں۔ مگر پھر علاج و دوا کی جستجو میں وہاں سے ناکام رہتے ہیں کہ جو مرض کا اصلی سبب ہے اسی کو دوا اور اکیر شفا سمجھ لیا جاتا ہے۔

روشنی کی تحریاق پر | یاد رکھئے کہ دنیا اپنے خود ساختہ اصولوں کے جس جال میں پھنس چکی ہے اس کے نکلنے کے لئے جس قدر پھڑپھڑائی اس قدر

جال کے حلقوں کی گرفت اور زیادہ سخت ہوتی جائیں گی۔ وہ صبح راستہ گم کر چکی ہے۔ جو راستہ اب اختیار کر رکھا ہے اس پر جتنے زور سے بھاگے گی وہ حقیقی فوز و فلاح کی منزل دور ہی ہوتی چلی جائیگی۔ ہم کو اپنے نظام حیات کو درست اور کامیاب بنانیکے لئے ضروری ہے کہ ہمارا انجن صبر،

لائن پرائیڈ و عند چلا جا رہا ہے اُسے تبدیل کریں۔ اور جس طرح بعض دفعہ لائن تبدیل کرتے وقت گاڑی کو کچھ پیچھے ہٹانا پڑتا ہے۔ ایسے ہی صبح لائن پر آگے بڑھنے کی غرض سے ہم کو کچھ پیچھے ہٹنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر ایک شخص کسی راستے پر بے تحاشہ دوڑ رہا ہے اور ہم دیکھیں کہ چند قدم آگے بڑھنے پر وہ کسی ہلاکت کے غاریں جا پڑے گا۔ تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اسے ادھر سے پیچھے ہٹا کر صاف اور سیدھی شاہراہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ یہی حال آج دنیا کا ہے۔ اگر ہماری اس نئی اور بے چین دنیا کو اپنے تباہ کن مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو تولے حالات کا بالکل بڑبنا د سے جائزہ لینا ہوگا۔ کسی درخت کی شاخوں اور پتوں پر پانی پھر گنا

بیکار ہے۔ اگر اسکی بڑ بوسینکدوں من مٹی کے نیچے دبی ہوئی ہے مضبوط ہو۔ آج کے بہت سے بکھرے ہوئے مسائل خواہ اُن سے آپ کو کتنی بھی دلچسپی اور شغف کیوں نہ ہو کبھی ٹھیک طور پر سنو اور سلجھ نہیں سکتے جب تک ان کے اصول بلکہ اصل الاصول درست نہ ہو جائیں۔ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طعنوں سے نہ گھبرائیے بلکہ کشادہ دل و دماغ کے ساتھ ایک متجسس حق کی طرح الجھی ہوئی دُور کا سراپکولنے کی کوشش کیجئے۔ بوابائیں طاقتور اور ذی اقتدار قوموں کے زبردست پرائیگنڈے یا غیر شعوری طور پر ان کے حاکمانہ اقتدار اور محسوس کردہ مادی ترقیات کے زور اثر سے بطور مسلمات عامہ اور اصول موضوعہ اور مفروضہ عنہما مذاقوں کے تسلیم کر لی گئی ہیں۔ ان ہی پر تجدید نظر و فکر کی ضرورت ہے۔ اس کے ارادے کے ساتھ جس چیز پر ہم صدیوں کی کاوشوں کے نتیجہ میں اعتقاد جمائے بیٹھے تھے و منسوح حق کے بعد ایک لمحہ کے لئے اسپر قائم رہنا ہم جرم عظیم سمجھیں گے اگر دنیا کو انسانیت کی حقیقی فلاح کے لئے کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے تو اسے ان قدیم اوداٹل نظریات پر ضرور غور کرنا ہوگا۔ جنہیں مادی و معاشی مسابقت کی بے تحاشہ دوڑ میں بہت سی قومیں پیچھے چھوڑ آئی ہیں۔ اسے یوں خیال کیجئے کہ کتنی صدیوں تک سکون ارض کے متعلق بقبلیوس کا نظریہ دنیا پر مستولی رہا۔ فیتاغورس کی آواز پر کسی نے قوجہ نہ کی۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا ہوا بچ جو فیتاغورس دبا گیا تھا زمین کے سینے کو چاک کر کے باہر نکالا اور برگ و بار لا کر باہر سپاٹی کا پرستار کبھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کسی زمانے میں یا طویل عرصہ تک لوگ اس کے ماننے سے آنکھیں چرائیں گے یا ناک بھوں پڑ جائیں گے۔ حق اکیلا رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا۔ کہ اس کے جھٹلانے والے زمانے کے دھکے کھاکر اس کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہونگے۔ آج وہ دن قریب آ رہا ہے۔ اور جیسا کہ آنریبل مسٹر لیاقت علی خان نے فرمایا۔ روشنی کی تحریر افق پر ظاہر ہو کر طلوع ہونے والے روز روشن کا پیش خم بن رہی ہے۔

روشنی کا مینار

ضرورت ہے کہ ہم اپنے کو خفاش صفت ثابت نہ کریں جو دن کی روشنی کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی۔ پاکستان مادیت

کے پھنور میں پھنسی ہوا اور دہریت و اسحاق کی اندھیروں میں بھٹکی ہوئی دنیا کو روشنی کا ایک مینار دکھانا چاہتا ہے۔ یہ دنیا کے لئے کوئی چیلنج نہیں۔ بلکہ انسانیت کے لئے پر امن پیغام حیات و نجات ہے۔ اور اطمینان اور خوشحالی کی راہ تلاش کرنے والوں کے لئے سہولیت پیدا کرتا ہے۔ ہمارا غیر متزلزل

میں نے دیکھا کہ میرے عموں اور پاکستان کے لئے خصوصاً کسی قسم کا نظام تجویز کرنے سے پہلے
 یہ لوگ غلط فہمی کے ساتھ یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس تمام کائنات کا جمیع ہم سب اور ہماری
 اس کائنات کا جو نظام ہے، مالک اسی اور حاکم الٰہی کون ہے؟ اور ہے یا نہیں؟ اب اگر ہم اس کا
 انداز کسی خالق اور مقتدر اعلیٰ ہستی کو لاتے ہیں۔ جیسا کہ میں خیال رکھتا ہوں کہ اس ایوان
 کے تمام درکاران و اعضا کا یہ عقیدہ ہوگا تو ہمارے لئے یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہوگا کہ کسی ملک کی خصوصاً
 اس ملک علی الاطلاق کی ملک میں ہم اسی حد تک تصرف کرنے کے مجاز ہیں جتنا ملک کہ وہ اپنی مرضی
 کے مطابق چاہے۔ بلکہ خیر میں کوئی غامضانہ تصرف ہمارے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے
 کہ ملک کی اجازت و مرضی کا علم اس کے بتلانے ہی سے ہو سکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر
 کو بھیجے اور وحی ربانی کا سلسلہ اسی لئے قائم کیا۔ کہ انسانوں کو اس کی مرضی اور اجازت
 کی صحیح حدود معلوم کرادی جائیں۔ اسی نقطہ خیال کے پیش نظر ریزولوشن میں اسی کی مقرر
 کردہ حدود کے اندر کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ اور یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جہاں سے دینی اور
 سائنس مادی حکومتوں کی لائیں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں۔

قائد اعظم کا خط

یہ نظریہ کہ دین مذہب کا تعلق انسان اور اس کے مالک سے ہے
 ہندوؤں کے باہمی معاملات سے اسے کچھ سروکار نہیں نہ سیاست

اس کا کوئی دخل ہے۔ اسلام نے کبھی نہیں تسلیم کیا۔ ممکن ہے دوسرے مذاہب جو آجکل دنیا میں موجود
 ہیں ان کے نزدیک یہ نظریہ درست ہو اور وہ خود کسی جامع و حاوی نظام حیات سے تہی دامن ہوں۔
 مگر جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ایسے تصور کی اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ اس کی تمام تر تعلیمات
 اس بات پر مبنی ہیں۔ قائد اعظم مرحوم نے اگست ۱۹۴۷ء میں گاندھی جی کے نام جو خط
 لکھا تھا۔ اس میں لکھتے ہیں۔

قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے اس میں مذہبی اور مجلسی دیوانی اور فوجداری،
 معاشی اور تفریحی، معاشی اور معاشرتی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم
 و عادات کے امور تک، روح کی نجات سے لیکر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے
 انفرادی کے حقوق و فرائض تک دنیوی زندگی میں ہر جزا و جزائے لیکر عقوبتی کی جزا و جزائے تک۔

ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان
 ایک قوم ہیں تو حیات اور مابعد حیات ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔

۱۹۴۵ء میں قائد اعظم نے عید کا پیغام دیتے ہوئے کہا ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تفریحی احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہے۔ اور وہ اس کو خور و نوش مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی و اجتماعی ہدایت کا باعث بھی ہو۔

کلیسائی حکومت نہیں قائد اعظم نے ان خیالات و عزائم کا بار بار اظہار کیا ہے۔ کیا ایسی واضح اور مکرر تصریحات کے بعد

کوئی شخص یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ سیاست و حکومت مذہب کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ یا یہ کہ اگر آج قائد اعظم زندہ ہوتے تو یہ تجویز مقاصد پیش نہیں ہو سکتی تھی۔ قرآن کریم میں صاف صاف ارشاد ہے۔ فَلَا دِرَاسَاتٍ لَّأَيُّ مَنُونٍ حَتَّىٰ يُجَاوَزَ فِيمَا تَنَجَّرُ بِلَيْتِهِمْ ثُمَّ لَا يَجِدُ فِي الْفَيْسُومِ حَقًّا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا سَلِيمًا (رواحمضت ۵۔ سورۃ النساء رکوع ۹) اور وَمَنْ لَّمْ يُجَيِّدْ مِمَّا أُنْزِلَ اللَّهُ فَادْعُكَ هُمْ أَكْفَرُونَ ط..... الظَّالِمُونَ..... الْفَاسِقُونَ ط پاره لایجب للہ سورۃ المائدہ رکوع ۷، اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں دینی حکومت کے معنی ”پاپائیت“ یا ”کلیسائی“ حکومت کے نہیں۔ بھلا جس بت کو قرآن نے یہ ککر توڑا ہے۔ وہ اس کی پرستش کو جائز رکھ سکتا ہے۔

اسلامی حکومت سے مراد وہ حکومت ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے اعلیٰ اور پاکیزہ اصول پر چلائی جائے۔ اس لحاظ سے وہ ایک قسم کی خاص اصولی حکومت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کسی اصولی حکومت کو چلانا خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی جیسے روس کی اشتراکی حکومت۔ دراصل ان ہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو ان اصولوں کو نہیں مانتے۔ ایسی حکومت انتظام مملکت میں ان کی خدمات تو ضرور حاصل کر سکتی ہے مگر مملکت کی جنرل پالیسی یا کلیدی انتظام کی پاکستان کے ہاتھ میں انھیں چھوڑ سکتی۔

نیابتی حکومت اسلامی حکومت اصل میں انسانی حکومت نہیں بلکہ نیابتی حکومت ہے۔ اصل حاکم خدا ہے۔ انسان زمین پر اس کا خلیفہ (نائب) ہے جو حکومت در حکومت کے اصولوں پر دوسرے مذہبی فرائض کی طرح نیابت کی ذمہ داریوں کو بھی مقرر کردہ حدود کے اندر پورا کرتا ہے۔

کمّل اسلامی حکومت۔ حکومت راشدہ ہوتی ہے۔ لفظ ”رشد“ حکومت کے انتہائی اعلیٰ معیار حسن و خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت۔ حکومت کے کارکن اور مملکت کے عوام کو میکو کا رہونا

چاہئے۔ قرآن نے حکومت اسلامی کی یہی غرض و غایت قرار دی ہے۔ کہ وہ انسانوں کو اپنے دائرہ اقتدار میں نیکیوں کا حکم دے۔ اور برائیوں سے روکے۔ اسلام آجکل کی سرمایہ پرستی کے خلاف ہے۔ اسلامی حکومت اپنے خاص طریقوں جو اشتراکی طریقوں سے الگ ہیں۔ جمع شدہ سرمایہ کی مناسبتاً تقسیم کا حکم دیتی ہے۔ زائد سرمایہ کے لئے قلمی بیت المال قائم کرتی ہے۔ جس میں سب کے حقوق مشترک ہیں۔ اور اس سرمایہ کی تقسیم سے سرمایہ دار اور افلاس کے درمیان توازن اور اعتدال کو بحال رکھی ہے۔ اَمْدُہُمْ شُورٰی بَلَّیْہُمْ۔ شوری اسلامی حکومت کی اصل ہے۔

اسلامی حکومت دنیا میں پہلا ادارہ ہے جس نے شہنشاہیت

شہنشاہیت کو ختم کر نیا لاپلا ادارہ

کو ختم کر کے استصواب رائے عامہ کا اصول جاری کیا۔ اور بادشاہ کی جگہ عوام کا انتخاب کردہ امام و قائد حکومت کو حکومت عطا کی۔ محض قوریت یا جبر و استبداد کے راستوں سے بادشاہ بن بیٹھنا اسلام کے منشا کے سراسر خلاف ہے۔ وہ جمہور کی مرضی اور انہیں کے ہاتھوں سے اسٹیٹ کو اقتدار و اختیار دلاتا ہے۔ ہاں انہیں یہ حق نہیں دیتا کہ وہ امارت کی کوئی تنظیم نہ کریں۔ اور اقتدار اپنے ہی پاس روک کر انتشار، ابتری اور طوائف الملوکی پھیلا دیں۔ یہ اولیت کا ایسا شرف ہے جو اسلامی حکومت کو دنیا کی تمام جمہوریتوں پر حاصل ہے۔

”تسم“

انتقال پر ملال

دلی رنج کے ساتھ محترم مولانا نور محمد صاحب ساکن چک مجاہد ضلع جہلم کی وفات حسرت آیات کی اطلاع درج کی جاتی ہے۔ محترم مرحوم برضا و اتھی مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء مطابق ورجہادی الاول ۶۸ھ بروز جمعرات اس دار فانی سے دار البقاء کو انتقال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ اللہ تعالیٰ آپ کو جو رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پیمانہ گان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔ عالم باعمل صالح۔ متقی و پرہیزگار۔ خوش خلق۔ شب بیدار ہونیکے علاوہ اچھے واعظ تھے۔

(ادارہ)

حضرت عمر بن عبد العزیز اور شرارت

(ادارہ) (قسط دوم) (سلسلہ اشاعت گذشتہ)

الا ليتنا نحيي جميعاً فان نعت
يوانى لَدَى الموتى ضريحى ضريحها
فما انا فى طول الحياة بداعب
اذا قيل قد سوى عليها صفيحها
انظّل نهارى لا اراها وتلتقى
مع الليل روى فى المنام وروحها

(ترجمہ) اے کاش کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ زندہ رہتے۔ اور اگر مرتے تو قبرستان میں میری اور اسکی قبر پاس ہوتی۔ جب یہ کہا جاوے کہ میں کو دفن کر کے مٹی اور پتھروں میں چھپا دیا گیا تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ میرا دل تو اس طرح گذرتا ہے کہ معشوقہ کے دیدار کو میری آنکھیں ترستی رہتی ہیں۔ لیکن رات کو خواب میں میری اور اسکی روحیں ضرور مل لیتی ہیں۔“

یہ شخص کہ جس کو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی اپنے خالق کا خیال نہ آوے اور ایک عورت کا خیال اس کو گھیرے رہے آپ فوہ ہی خیال فرما دیں کہ کس قدر بطوار ہوگا۔ خدا کی قسم میں اسکو بھی اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دوں گا۔ اچھا اسکے سوا کسی اور کا نام بتائیے۔ عدی بن اراطہ اکثر عرقہ۔ یہ وہ مشہور شاعر ہے جس کے مدحیہ قصائد کی آرزو بڑے بڑے امراء نے کی ہے۔ اس نے اپنے کمال کے زعم میں معمولی امراء کی تعریف اپنے لئے باعث توہین خیال کی ہے۔ اور باوجود بڑے بڑے انعامات کے وعدوں کے اس نے کسی کو منہ نہیں لگایا ہے۔

امیر المؤمنین! معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس جماعت کے حال سے بالکل ہی بیخبر ہیں۔ انہیں جامع کمال کے یہ اشعار ہیں۔

رُهبانٌ مَدِينٌ وَالَّذِينَ عَمِدُوا لَهُمْ
لَوْ يَسْمَعُونَ كَمَا سَمِعْتَ حَدِيثُهَا
يَكُونُ مِنْ حَذَرِ الْعَذَابِ قُعُودًا
خَرُّوا الْعِزَّةَ رُكْعًا وَسُجُودًا

(ترجمہ) ”دین کے تارک دنیا اور جن جن لوگوں سے میں تلاہوں۔ ان کو میں نے خدا کے عذاب سے روتے پٹتے دیکھا۔ اگر وہ میری پیاری محبوبہ عرقہ کی باتیں اس طرح سنتے جس طرح کہ میں نے سنی ہیں تو کوئی اسکے سامنے تعظیماً سر جھکا تا کوئی سجدہ کرتا۔“

اللہ اس پر لعنت کرے یہ ایک ناقص العقل والدین عورت کو قابلِ سجدہ سمجھتا ہے۔ اور خدائے عذاب سے ڈر کر روئیوں کا تمسخر کرتا ہے۔ یہ پھاڑ کے بڑا برکلمات زبان سے نکال دینے والا کیا دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دیئے جانے کے قابل ہے۔ خدا کی قسم! میں ایسے ناہنجار کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیکر گنگام نہ بنو گا۔ اچھا اس کے سوا اور کون اجازت کا طالب ہے۔

عدی بن اوطاة! عدی بن احوص انصاری بھی موجود ہے۔ اور اسکے فضل و کمالات تو ہر چھوٹا بڑا علاج ہے۔

امیر المؤمنین! خدا اس پر اپنا غضب نازل فرما دے۔ کیا اس بدکردار اور بد اقوال کو میں اپنے پاس آنے دوں گا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ میں اس کی حالت سے اچھی طرح واقف ہوں یہ بد اطوار وہ ہی تو ہے جو مدینہ کے ایک شخص کی لونڈی کو پھینکا کر لے بھاگ گیا تھا۔ اور خاکش بدہن اس پر یہ شعر فخر پڑھا تھا۔

اللہ بینہ و بین سیدھا یفر منی بھا و اتبعہ

(ترجمہ) میرے اور اس لونڈی کے مالک میں حائل ہو کر خدا کو مجھ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ اور میں اس کے پیچھے پیچھے لگا ہوا چلا جاتا ہوں۔“

اب تو آپ کو ان کے حسن اسلام کی خبر ہو گئی۔ خیر اور کسی کا نام بتائیے۔

عدی بن اوطاة! ہمام بن غالب الغزووق۔ اس کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی دونوں کو ہنسا دیتی ہے۔ اگر اس کو اجازت دے دی جائے تو غالباً نامناسب نہیں۔

امیر المؤمنین! آپ نے بھی اچھے کا نام لیا۔ آپ کو خبر نہیں کہ یہ فاسق زمانہ کے گنہگار ہیں مبتلا ہوا۔ اور اس پر یہ اشعار فخریہ کہے۔

ہماد لیثانی من ثمانین قامة کما انقص بازلین الریش کا سیر
فلما استوت رجلا فی الارض قالتا اخی فیخرج امر قتل نح
فقلت ارفعوا الاحرا لا یفطنوا بنا وولیت فی اعتقاب لیل ابا دسرا

(ترجمہ) ”ان دونوں نے مجھ کو بڑی بلندی پر سے اس طرح ٹکایا۔ جس طرح کہ کوئی زیم پروں والا باز کسی شکار پر پر تول کر یکایک گرتا ہے۔ تو جب میرے دونوں پر زمین پر پہنچے تو ان دونوں نے کہا کہ آیا یہ زندہ ہے کہ اس سے امید کی جا سکے۔ یا یہ ٹھنڈا ہو گیا کہ اس سے الگ ہو جاویں۔ تو میں نے

کہا کہ ایسا نہ ہو کہ نگہبانوں کو خبر ہو جاوے۔ اور میں جلدی سے رات ہی رات میں نکل بھاگا۔
خدا کی قسم! میں اسکو اپنے پاس نہ آنے دوں گا۔ اچھا کسی اور کا نام لیجئے۔
عدی بن ارطاة! اخطل تغلبی بھی حاضری کا خواستگار ہے، اسمیں تو مجھ کو کوئی عیب نہیں
معلوم ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین! (مسکرا کر) عیب نہیں معلوم ہوتا۔ یہ بھی آپ نے خوب فرمایا۔ اس
سے زیادہ منہ پھٹ شاعر کم ہونگے۔ آپ نے اس کے یہ شعر سنے ہیں۔

ولست بصائم رمضان عمری ولست باكل لحم الاضاحی
ولست بذاجد عیسا بکوسرا الی اطلال مکه بالنجاح
ولست بقائم کالعبد یدعو قبیل الصبح حی علی الفلاح
لکنی ساشرعها شمو لا۔ واسجد عند منبلج الصباح

(ترجمہ) میں سارے عمر میں کبھی رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ اور قربانی کرنا تو بجائے
خود میں نے کبھی قربانی کا گوشت کھایا بھی نہیں۔ نہ میں نے صبح کے وقت مکہ کے ٹیلوں کی طرف
اونٹوں کو بغرض حصول نجات اخروی تیز بھاگایا۔ اور نہ میں خریدے ہوئے غلام کی طرح صبح کے
وقت حی علی الفلاح کہہ کر لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہوں۔ ہاں ٹھنڈی اور تیز شراب کے گلاس
ضرور چڑھایا کرتا ہوں۔ اور صبح ہوتے ہوتے سجدہ کر لیا کرتا ہوں۔

یہ ذات شریف تو فرزدوق سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس مسلمان
صورت کا فرسیرت کو اپنے فرش پر بھی قدم نہ رکھنے دوں گا۔ اس کے سوا اگر کوئی اور ہو تو اسکا نام لیجئے۔
عدی بن ارطاة! بوری بھی ہے اس کی زبان فرزدوق کے مقابلہ میں تو بیشک کھلی ہے۔
مگر اس نے فرزدوق ہی پر بس کی۔ میرے علم میں اس نے کوئی ایسی جبارت نہیں کی جس سے
حدود شرعیہ پامال ہوتے ہوں۔

امیر المؤمنین! آپ نے ان کی مجنونانہ بڑ نہیں سنی۔ ان کے شعر ہیں۔

طرقنک صائدة القلوب ولیسنا وقت الزیارة فارحی بسلام

(ترجمہ) ”عشاق کے دلوں کو شکار کرنے والی تیرے پاس رات کو آئے اور یہ وقت طلاقات کا
نہیں تو تو خیریت سے واپس ہو جا“

تاہم شاعروں کو اگر آنے کی اجازت دینا آپ کے خیال میں ضروری ہی ہے۔ تو خیر

اس کو بلوا لیجئے۔ عدی بن ارطاة۔ اپنے دل میں یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ الحمد للہ اس قدر وقت صرف کرنے کے بعد امیر المؤمنین نے ایک کو تو اجازت حاضر ہونے کی دی۔ اگر اسکی نسبت بھی انکار فرمادیتے تو میں کیا کر لیتا۔ باہر آکر دیکھا تو سب کے سب۔ چوں گوش روزہ دار برائے اکبر است۔ کا منظر بنے ہوئے تھے۔ آپ نے جریر کو ہمراہ لیا اور خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جریر ایک پرکالہ آتش تھا اور فی البدیہہ کہنے میں تو ایسا مشاق تھا کہ بسا اوقات اس کے فی البدیہہ اشعار پڑھ دینے پر لوگوں کو گمان ہوتا تھا۔ کہ یہ گھر سے یاد کر لایا ہے۔

موقع پاکر پڑھ دئے۔ خلیفۃ المسلمین کو دور سے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھنا شروع کر دئے۔

ان الذی بعث النبی محمداً جعل الخلافة فی الامام العادل
وسع الخلائق عدلہ ووقارہ حتی ارعوا وواقام میل المائل
انی لارجمونه نفعاً عاجلاً والنفس مولعة بحب العاجل
واللہ انزل فی الکتاب فریضة لابن السبیل والفقیر العائل

(ترجمہ) ”بے شک جس قادر مطلق نے بنی امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی بنا کر خلق اللہ کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس نے تخت خلافت پر ایک عادل خلیفہ کو متمکن کیلئے۔ ساری رعایا کے لئے ان کا عدل و وقار عام ہے۔ یہاں تک کہ اسکی رعایا کا ایک شخص امور قبیحہ سے مجتنب ہے۔ اور اس نے بڑے بڑے بیڑ معوں کی کچی کو سیدھا کر دیا۔ میں ان کے پاس نفع عاجل کی امید لیکر حاضر ہوا ہوں۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ انسانی نفس منافع عاجلہ کا دلدادہ ہے۔ مالک حقیقی نے اپنے قرآن مجید میں مسافر اور رعایا دار فقیر کا حصہ مقرر فرما دیا ہے۔ (اور مجھ میں یہ سارے اوصاف موجود ہیں)

امیر المؤمنین! (اپنے حق میں اس طرح کو مد سے بڑا ہوا سمجھ کر) جریر اللہ سے ڈرو اور زبان سے کوئی بات حق یا بات کے سوانہ نکالو۔ جریر نے یہ سنتے ہی پھر شعر پڑھنا شروع کر دئے۔

کم بالیمامة من شعشاء ارملة ومن یتیم ضعیف الصوت والنظم
ومن بعدک یکنی فقد والدہ کالفخر فی العیش لم یدبج ولم یطیر
ء اذکر الجہد والبلى التی نزلت ام قد کفانی ما یبلغت من خبر
انا لرجوا ذما الغیث اخلقنا من الخلیفة ما نرجو من اللطی
ان الخلافة جاءته علی قدس کما اتی ربہ موسی علی قدسہ

هٰذِهِ الْاِسْرَامِلُ قَدْ قَضَيْتَ حَاجَتَهَا فَمِنْ لِحَاجَةِ هٰذَا الْاِسْرَامِلِ الَّذِي
الْمُخْبِرُ مَا دَمَتْ حَيَا لَا يَفَارِقُنَا بُوْرِكَتْ يَا عَمْرُ الْخَيْرَاتِ مِنْ عَمَلِهَا

(ترجمہ) میرے وطن پیامہ نام میں بہت سے پرانہ حال رائڈ عورتیں ہیں بہت سے یتیم ہیں۔ کہ
جو وہ فاقہ کشی کے نہ انکی آواز نکلتی ہے۔ نہ انکی نظر اوپر کو اٹھتی ہے۔ یہ ایسی ساعت ہے کہ
جو وہ آپ کے انصاف کے ان کے ماں باپ کا غم تبدیل ہو گیا ہے۔ وہ چڑیا کے ضعیف
بچے کی طرح ہیں جو نہ چل سکتا ہے۔ نہ اڑ سکتا ہے۔ یہاں میں اپنی تکلیف اور مشقت کا
حال بیان کروں جو میرے اوپر نازل ہو چکی یا جو پھر آپ کو میرے مصائب کی اطلاع پہنچ گئی
ہے وہ اطلاع آپ کو میرے اوپر رحم کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ جب بارش ہم سے منہ پھیر
لیتی ہے تو ہم کو اپنے خلیفہ سے ایسی ہی امید لگی رہتی ہے جیسی کہ بارش سے۔ آج کل خلافت
حق بہ حقدار رسید کی مصداق ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے کلام کر نیکی متحق
سمجھے گئے۔ حضور نے رائڈوں اور دکھیا عورتوں کی تو حاجت روائی فرمادی۔ مگر اب اس
رائڈ سے مرد کی حاجت روائی کون کریگا۔ جب تک آپ اس دنیا میں تشریف فرما ہیں خیرم سے
بدانہیں ہو سکتی۔ اہی خیر مجسم عمر بن عبدالعزیز آپ پر خدا کی برکات کی بارشیں ہوتی رہیں۔“

امیر المؤمنین! جو پر خدا کی قسم یتیم نے اپنے مطلب کو نہایت خوبی سے ادا کیا۔ مگر میری
بلک میں بجز تیس اشرفیوں کے اور ایک پیسہ بھی نہیں۔ دس اشرفیاں تو میرا بیٹا عبداللہ صرف
کر چکا۔ اور دس اشرفیاں میری بی بی نے لے لیں۔ باقی دس اشرفیاں تم لیلو۔ یہ کمکر خادم کو
حکم دیا کہ باقی دس جریر کو دیدو۔

جریر! امیر المؤمنین! میں اگرچہ امرا سے ہزاروں لاکھوں اشرفیاں لیکر بھی خوش نہیں
ہوتا اور زیادہ کا طالب ہوتا ہوں لیکن آپ کی یہ دس اشرفیاں میرا عمر بھر کی کمائی سے افضل
اور عمدہ ہیں۔

جریر یہ شکریہ کے الفاظ امیر المؤمنین کی خدمت میں کمکر باہر آیا تو اسکی جماعت کے
باقی ماندہ شاعروں نے پوچھا کہ کیا ہوا۔

جریر! کیا حال پوچھتے ہو۔ سنو گے تو سر پیٹ لو گے۔ میں ایک ایسے خلیفہ کے پاس سے
ہو کر آ رہا ہوں جو فقیروں کے لئے سخی۔ اور شاعروں کے لئے بخیل ہے۔ لیکن خدا کی قسم میں
تو اسکی عادت کا مداح ہو گیا ہوں۔

باقی ماندہ شعراء نے جب سنا تو انکی امیدوں پر پانی پڑ گیا۔ اور امیر المؤمنین کے اس خرم و احتیاط اور وسع و تقویٰ کا نتیجہ صرف یہ ہی نہ نکلا کہ جن شعراء کو اس جرم میں دربار کی حاضری کے سجا فرسے محروم کیا گیا تھا کہ انکی زبانیں انکے قابو میں نہ تھیں اور حدود شرعیہ سے متجاوز ہو کر دور از دور پہنچ جاتی تھیں۔ وہی لوگ اپنی زبانوں کو قابو میں رکھنے لگے حدود شرعیہ اور حقوق مذہب کی حفاظت کرنے لگے۔ بلکہ یہ ایک عام تنبیہ تھی جو برق خاطف کی طرح زمین کے اس کنارہ سے ہوتی ہوئی آن کی آن میں دوسرے کنارہ تک پہنچ گئی۔ اور جن باتوں کو وہ ہنسی کے طور سے زبانوں سے نکال دیا کرتے تھے۔ ان سے احتیاط کرنے لگے۔ دینی حدود اور مذہبی حقوق کی جو عظمت اور وقعت دلوں سے نکل چکی تھی وہ اس ایک ہی تازیانہ میں لوٹ کر آ گئی۔

امیر المؤمنین کے اس مختصر سے واقعہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بہت سے نصائح اور بیش بہا معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) سلطان کو ایسا باخبر رہنا چاہئے کہ رعایا میں سے ہر ایک کے افعال و اقوال کی پوری واقفیت حاصل ہو۔
(۲) احکام کے جاری کرنے میں اگر وہ طریق سے منحرف نہیں، تو ہرگز اس کی پروا نہ کرے کہ عام لوگ یا رعایا میں سے زبان زور اشخاص اس پر کیا کچھ ملمع سازی کرینگے۔

(۳) حق بات کے ماننے میں ہرگز اس کا خیال نہ کرے کہ میں اس سے قبل اس حکم کے خلاف حکم دے چکا ہوں۔ میری بات کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکل جاوے گی۔ امیر المؤمنین نے باوجود اس تاکید حکم کے کہ شعراء کی جماعت حاضر دربار نہ ہو۔ جب عدی بن ارقطہ سے سنا کہ حضور کی خدمت میں شعراء حاضر ہوا کرتے تھے تو انہوں نے شعراء کو حاضر ہونے کی اجازت دیدی۔

(۴) حکم جاری کرنے میں اپنے پراٹے کی تخصیص نہ کرے۔ وہ حکم بے وقعت ہے جو اپنے اعزہ کے لئے اور۔ اور اباعدہ کے لئے اور ہو۔ امیر المؤمنین نے جب اقوال پر گرفت شروع کی تو اپنے عزیز شاعر کو بھی مستثنیٰ نہ کیا۔ اور عجیب نہیں کہ عدی بن ارقطہ نے سب سے پہلے جو شاعر کا نام لیا ہے وہ اسی مصلحت سے ہو کہ امیر المؤمنین اپنے عزیز کا نام سن کر حکم میں کسی قسم کی ہلکتا کر دینگے۔ مگر امیر المؤمنین نے ہرگز اس کو پسند نہ فرمایا۔ کہ ایک ہی جرم میں اقارب اور اباعدہ دونوں شریک ہوں۔ اور اقارب قابل عفو سمجھے جاویں۔ اور اباعدہ سے مواخذہ کیا جاوے۔ اور فی الحقیقت حکم کی سچی عظمت رعایا کے قلوب میں اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جبکہ وہ اسکو بڑے چھوٹے۔ اپنے پراٹے کی تمیز کے بغیر سب پر برابر جاری دیکھتی ہے۔

(۵) امیر المومنین نے اپنی مدح میں مبالغہ کو پسند نہ فرمایا۔ ان کو معلوم تھا کہ زبان پر قدرت رکھنے والا اگر کسی بری سے بری چیز کو ثابت کرنے پر اتر آئے تو اچھا ہی کر کے چھوڑتا ہے۔ اور اگر اچھی سے اچھی چیز کو برا کرنا چاہے تو اس طور سے کام لیتا ہے کہ قلوب میں یہ چیز جاگزین ہو جاتی ہے کہ اس سے بدتر چیز خالق جل و علا شائد نے پیدا ہی نہیں فرمائی۔ اسی لئے اول ہی سے فرمایا کہ دیکھو حق کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہ نکالنا۔

(۶) عربی علم ادب کی مناسبت کا یہ حال تھا کہ اس قسم کے اشعار دجکی وجہ سے شعراء اس درجہ کے محبوب قرار دئے گئے کہ امیر المومنین نے انکی صورتوں کو دیکھنا گوارہ فرمایا، اس طور نام بنام برجستہ یاد تھے۔ تو اسمیں کیا شک ہو سکتا ہے کہ آپ کے حافظہ میں اشعار کا ایک کافی خزانہ موجود ہو گا۔ حکمرانی جیسی کچھ مشغولیت کو چاہنے والی اور آدمی کو کسی اور کام کا نہ رکھنے والی چیز ہے۔ اسکو ہر صاحب بصیرت معلوم کر سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس مشغولی کے عربی اشعار حافظہ میں محفوظ تھے۔ امیر المومنین کی اس ادب دانی پر غور کر کے ان قاصر مہتوں کے متعلق اپنی رائے قائم کرو جو باوجود اس قدر مشاغل نہ رکھنے کے عربی علم و ادب سے بے بہرہ ہیں۔ اور ان میں بھی زیادہ قابل تعجب وہ لوگ ہیں جو عربی درسیات کے ایک بحر ذخار پر سے گزر جانے کے لئے ان نھک کوشش کرتے ہیں مگر عربی علم ادب کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ ممکن ہے کہ وہ اس سے اس لئے دور دور بھاگتے ہوں کہ اسکی رفعت شان اور علو مرتبت سے واقف نہیں۔ لیکن جب انکو تھوڑے سے قائل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الف الف صلوات و تحیات کے ارشادات - احکم الحاکمین کے احکام عربی زبان میں ہونیکی وجہ سے اس پر موقوف ہیں کہ عرب کے محاورات - الفاظ اور کلمات کی ترتیب کے مواقع - ان کا طرز حمل - طریقہ معاشرت وغیرہ معلوم ہوں۔ اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ اس کا جامع ذخیرہ عرب کی زبان ہے۔ جس سے انکے حالات - اعتقادات کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ تو پھر ان کا یہ عذر رنگ کیوں نہ ہو گا۔ اور اس سے بھی زیادہ قابل تعجب اہل علم کی وہ جماعت ہے جس نے علم ادب کی مذمت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے ایک مشہور شاعر کہتا ہے -

وَإِذَا اتَّكَتْ مَذْمُومَتِي مِنْ نَاقِصٍ فَهِيَ الشَّعَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

(ترجمہ) ”جب تم میری برائیاں کسی برے شخص کی زبان سے سنو تو (یہ ہرگز ہرگز نہ سمجھ لینا کہ فی الواقع

مجھ میں شائبہ برائی کا ہے بلکہ اس کا برائی کرنا، یہ ہی میرے کامل اور رفیع القدر ہونے کی اعلیٰ ترین شہادت ہے۔“

ادارہ شمس الاسلام

مضمون مندرجہ بالا صرف تفریح طبع کے لئے شائع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس سے مقصد قارئین کرام کو ایک اہم اور بنیادی امر کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ بنوامیہ اور بنو عباس کے دور خلافت میں یا دوسرے بادشاہوں کے زمانہ میں اس وقت کے حالات کے لحاظ سے جو پوزیشن اور اہمیت شعراء اور قصیدہ گوؤں کو حاصل تھی وہ اب ہمارے زمانہ میں اخبارات و رسائل اور مدیران برائے کو حاصل ہے۔ جس طرح وہ قصائد و اشعار کے تیروں کا ہر مخالف کو نشانہ بناتے تھے۔ اور ہجو و مذمت کر کے اس کو مجبور کر دیتے کہ وہ زبان دراز شاغر کو زبان درازی سے روکنے کے لئے کسی طرح راضی کر دے۔ اور اپنی ہار مان کر ”بہ لقمہ دو خستہ پ“ پر عمل کرے۔ اور اسکو کچھ خلعت و انعام سے سرفراز کرے۔ اسی طرح آج کل عموماً اخبارات کی روش یہ ہے۔ وزراء و امراء کی قصیدہ خوانی اور اس میں بے انتہا مبالغہ آرائی بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور حسب مطلب انعام و اکرام حاصل نہ ہونے کے بعد پھر جیسے لچھے شرفاء کی پگڑی بھی یہی اچھالتے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے بدنام کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے نہ اپنے لئے کوئی اصول زندگی مقرر کئے ہیں۔ نہ ان کی مدح کے لئے کوئی مستقل ضابطہ و قانون ہے۔ اور اگر کوئی ضابطہ ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ان کی جیبوں کو گرم رکھا جائے۔ تر نوالہ ملتا رہے۔ اور اس چند روزہ عیش کا سامان ذرا عمدہ طور سے جیتا گیا جائے تو بس پھر انکے رہوار قلم کی ساری جولانیاں اور مقام علمی اور ادبی صلاحیتیں ایسے محسن کی شناخوانی کے لئے وقف ہو گئی۔ اور ان کا محسن دنیا بھر کے کمالات و فضائل کا مجموعہ قرار دیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ واقعہ میں کچھ بھی نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ شخص جس کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملتے جاتے ہیں اگر اس نے کبھی نظر اتفاقات پھیر دی اور لطف و کرم کی بارش قدر سے روک دی۔ تو اس طرف ہی قلم کے رہوار کی باگیں دوسری جانب پھر جاتی ہیں۔ اور چند روز کے بعد ہی دیکھا جاتا ہے کہ اس جیند قبل کے مجموعہ مناقب و کمالات کو ذخیرہ مثالب و محاسب شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس کی باتو بچی فرستیں قسط وار شائع ہوا کرتی ہیں۔ اور مقام زور انشا پر دازی اس غرض کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔ کہ اس کو بدنام کیا جاسکے۔ ہماری صحافت کے اس قسم کے کوششے اب روزمرہ کے

مشاہدات بن گئے ہیں۔ اچھی سے اچھی تحریک اپنی اغراض مشنومہ کے ماتحت نہایت برے رنگ میں پیش کرنا، اور حسین و جمیل پہرہ پر روغن قازم کر بد صورت اور گھناؤنے شکل میں سامنے لانا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ کبھی اپنی غیرت و خود داری کا پاٹ ادا کرتے ہیں۔ تو تنقید و تبصرہ میں فرق مراتب تک کا لحاظ نہیں کرتے۔ اور خوشامد و چالوسی پر آجائیں تو بہت پستی میں چلے جاتے ہیں۔ اور عزت نفس تک کا خیال نہیں رکھتے۔ الغرض عجب مجموعہ اضداد اور بے اصولی و خود غرضی کا خاص انخاص نمونہ ہیں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اخبارات ایسے ہیں اور ان میں باہم کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ہر کلیہ میں سے چند جزئیات کا مستثنیٰ کرنا ہوتا ہی ہے۔ مامن عام الا و قد اخص عنه البعض۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ عموماً حالت کچھ ایسی ہی مایوس کن اور غراب ہی ہے۔ گزشتہ زمانہ میں جاہ طلب اور عیش پرست بادشاہ اپنی ظالمانہ کارروائیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے شعراء دربار کی ادبی خدمات اور خطیبانہ و بلیقانہ صلاحیتوں کو غلت و انعام کے بدلہ میں حاصل کر لیتے تھے۔ اور وہ شاعران کی تعریف و توصیف میں قصائد کلمک شائع کرتے تھے۔ اور رعایا میں سے کسی مظلوم و حق گو کو یہ جرأت تو سکتی تھی کہ جابر و مستبد حکمران کے اعمال پر کھلے طور سے تنقید کر سکیں۔ کیونکہ بادشاہ کی تلواروں کی ضربوں کی برداشت کے لئے وہ اگرچہ اپنے آپ کو تیار کر سکتا تھا لیکن جماعت شعراء کے ہجو و مذمت کے تیروں کا نشانہ بن کر بدنامی کی روحانی اذیتوں کو برداشت کرنا مشکل ہوتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہو کر اس گروہ کو اور اس پیشہ کو ختم کر دیا۔ اور ان کے تنجیدی کارناموں اور خلافت راشدہ کے انداز پر نظام حکومت چلانے کے کاموں میں سے ایک یہ بھی تھا۔ ہندوستان میں بھی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے سخت نشین ہونے کے بعد ان بادیما شاعروں اور خوشامدیوں اور لغو گویوں کو دربار سے نکال دیا تھا اور ان کے وظائف بند کر کے ان کو اچھے مشغلہ اختیار کرنے پر مجبور اور وظائف کو واقعی مستحقین پر تقسیم کر دیا تھا۔ ہماری حکومت پاکستان کو اور اس کے نمائندوں مقامی فہرہ اور عمدہ داروں کو بھی ملکی اصلاح کے کاموں میں سے ایک کام یہ بھی کرنا چاہئے۔ کہ ان ہجو گو، برنود غلط، قوم کے اخلاق بگاڑنے والے شعراء اور اخبار نویسوں اور بے ادب ادیبوں کے حوصلے توڑ کر ان کو اس قسم کے ذلیل حرکات اور مخرب اخلاق مضامین و مقالات کی اشاعت سے روکا جائے۔ آج ہی اگر ان لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ راعی و

رعایا میں سے کوئی بھی ہمارے اس طرز و انداز کو پسند نہیں کرتا۔ اور منڈی میں ہمارے اس قسم کے مال کی مانگ نہیں۔ بلکہ وہاں تو اس قسم کے مقالات و مضامین، تنقید و تبصرہ اور شعرو ادب کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو اگر طلب ہے تو صحیح لٹریچر کی طرف اصلاحی مقالات، خدائرسی و خدا شناسی، اور طہارت و تقویٰ پیدا کرنے والے منظوم و منثور کلام اور افسانوں کی ضرورت ہے۔ تو یہ لوگ پھر اپنی تمام قابلیتوں اور صلاحیتوں کو اس طرف متوجہ کریں گے۔ اور اس غلط انداز تحریر و انشاء کو یک سرچھوڑ دیں گے۔

کیا ہماری حکومت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہو سکتی ہے؟ کہ اچھے اخبار نویسوں کی حوصلہ افزائی اور قدر و منزلت ہو؟ اور غلط کار اخبار نویسوں کی سرکوبی و تحقیر؟ تاکہ قوم کی صحیح دماغی تربیت ہو سکے۔ اور اچھے اخلاق کے نشوونما کے لئے بہ آسانی مواقع مہیا ہوں۔

ماہنامہ آفتابِ نبوت کیسے

(۱) ہمراہ قرآن حکیم کی مستند اور عام فہم تفسیر جدید طرز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے حالات اور آپ کے معجزات پر جدید سائنس کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی جاتی ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجاہدانہ کارنامے! وارثین انبیاء کے سینوں سے نکلے ہوئے علمی جواہرات اور یائے عظام کی تبلیغی خدمات عرفانی تجلیات اور حکمت سے بھرے ہوئے ارشادات مسلسل پیش کرتا ہے۔

(۳) ان مضامین کے علاوہ مذہبی علمی تبلیغی تاریخی اصلاحی ادبی مقالات پیش کرتا ہے۔

(۴) موجودہ زمانے کی ضروریات پر مردوں عورتوں بچوں کے لئے بیش بہا لٹریچر مہیا کرتا ہے۔ سالانہ چندہ۔ للہم

منیجی۔ آفتابِ نبوت۔ بندر روڈ۔ پی۔ بی۔ ۵۶۸ کراچی پاکستان

آیت خاتم النبیینؐ مرزا یونکے ایمان کی حقیقت

(مولانا پیر محمد بہار اسحق صاحب قاسمی وزیر آباد)

یادش بخیر! مرزا غلام احمد قادیانی آنجنابی کی تحریروں میں تضاد و اختلاف بیانی تیز و تلبیس اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کے اسقدر دلچسپ نمونے موجود ہیں کہ ان کی مثال لمحہ پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے سوا کسی مثبتی کے کلام میں نہیں ملتی۔ ”خدا کے فضل و کرم اور رحم کے ساتھ مرزا آنجنابی کی تحریروں سے مداری کے پٹارہ کی طرح ہر چیز نکل آتی ہے۔ ختم نبوت کا اقرار بھی ہے اور اس سے صریح انکار بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا منافقانہ اعتراف بھی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تقوق و برتری کا اعلان بھی۔ اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ کو سو قیامہ سب و شتم کا تختہ مشق بنایا گیا ہے تو انکے مثیل ہونیکا دعویٰ بھی ہے۔ ان کو زندہ بھی تسلیم کیا گیا ہے اور مردہ بھی۔ پھر انکو کبھی بیت المقدس میں مدفون بتایا گیا ہے اور کبھی کشمیر کے شہر سری نگر میں۔ غرض کہ آپ کے بیانات اسقدر متنوع اور اسقدر متضاد و متناقض واقع ہوئے ہیں کہ آپ کے مندرجہ ذیل ارشاد کی تصدیق و تائید کرنا پڑتی ہے کہ ہر

ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان یا گلی کہلاتا ہے یا منافق“ (سنت یحییٰ ص ۳)

مرزا جی کی اتباع میں آکے اتباع اور اذنا اب بھی رنگ بدلنے کے فن میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ پاپائے قادیان موسیٰ مرزا محمود تو اس فن میں دہائشہاء محمد مشرقیؑ کی گتائے روزگار واقع ہوئے ہیں۔ اس وقت اسکی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ پاپائے موصوف اور آپ کے دام افتادہ عقلمندوں نے ”خاتم النبیینؐ“ کا معنی ”آخری نبیؐ“ کی بجائے ”نبی کریمؐ“ اور ”نبی سادہ“ قرار دیا ہے۔

اگرچہ یہ معنی نصوص قرآنیہ، احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس معنی کی صحت پر امت مرزائیہ کو خدشہ یا صراہ ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وہی شخص نبی ہو سکتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو۔ اور چونکہ مرزا آنجنابی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ہی کے صدقے میں نبوت ملی ہے اس لئے ان کے دعوئے نبوت سے حضور علیہ السلام کی شان ختم المرسلین میں

کوئی فرق نہیں آتا۔

چنانچہ پاپائے مدوح لکھتے ہیں۔ ”بات اصل یہی ہے کہ رسول کریم کی امت سے آپ کی اتباع میں کسی کے آنے سے ہٹک نہیں بلکہ عزت ہے۔ اب تک رسول کریم کی امت سے صدیق، شہید اور صالح لوگ پیدا ہوتے رہے۔ اور اب حضرت مرزا صاحب کے آنے سے بھی ثابت ہو گیا کہ رسول کریم کی اطاعت سے نبوت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ فضیلت صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے بھی بنی ہوئے ہیں۔ مگر وہ ان کی غلامی اور اتباع سے نہیں ہوئے بلکہ علیحدہ مستقل طور پر ہوئے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے وہ درجہ عطا کیا ہے کہ آپ کی اتباع سے نبی بن سکتے ہیں۔“ (رسالہ خاتم النبیین کی شان کا اظہار ص ۷)

پاپائے موصوف کی تقریر کا منقولہ بالا اقتباس بظاہر کس قدر دلفریب ہے۔ ایک سطحی نظر رکھنے والا انسان اور قادیانی مکائد سے بے خبر شخص یہ خیال کرے گا کہ ”خاتم النبیین“ کا اس سے بہتر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان معنی اور کیا ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نبی بنتے رہیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقرر تصدیق کے بغیر کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکیگا۔ حالانکہ یہ شرف و کمال نہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوا نہ کسی اور نبی کو۔ بلکہ بقول مرزا محمود یہ فضیلت صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ پاپائے موصوف نے حسب عادت یہاں بھی نفاق اور تلبیس اور تزویر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ فی الحقیقت آپ ”خاتم النبیین“ کے اس وصف کو اس خود تراشیدہ اور من گھڑت معنی کے اعتبار سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص نہیں سمجھتے۔ بلکہ آپ اور آپ کے اذتاب اس فضیلت میں بھی مرزا آجہانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برابر کا حصہ دار اور شریک جانتے ہیں۔

جس طرح مرزائی امت کے یاں وہ قرآن موجود ہے جس میں **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قَدْرًا مِّنَ الْقُرْآنِ** مرقوم ہے۔ اور جو شاید ”ٹیچی ٹیچی“ کے برادر محترم خیراتی فرشتہ (جن کا ذکر خیر کتاب مکاشفہ کے صفحہ پر کیا گیا ہے) کے توسط سے نازل ہوا تھا۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ کے مقابلے میں مرزا بشیر احمد ایم۔ اے۔ نے اپنے باپ آجہانی کی احادیث کو کتاب سیرۃ المہدی کی شکل میں **”عَنْ أَيْدِ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ نَهْو عَنْ خَلِيفَةٍ جِيسِي سَدِّكَ“**

سابقہ منضبط اور مدون کیا گیا ہے۔ قادیانی قرآن اور قادیانی احادیث کے ساتھ پاپائے قادیان نے فقہ مرزائیہ کی ضرورت کو بھی محسوس کیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے تنخواہ خور مولوی حافظاروشن علی آنجنائی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل میں ”فقہ احمدیہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر نکال دی۔ یہ کتاب موسیٰ محمود کی بارگاہ میں پیش ہوئی جسے آپ نے بہت پسند کیا۔ اس کتاب کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا آنجنائی) کے بعد ایسے نبیوں کا آنا ممکن ہے جو تابع شریعت محمدیہ ہوں اور مسیح موعود (مرزا) کی غلامی کے صلہ میں۔“

اب ناظرین کرام غور فرمائیں کہ پہلے تو خاتم النبیین کے معنی میں تعریف کی گئی۔ پھر سلام کا منہ بند کرنے کے لئے خود تراشیدہ معنی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وجہ عزت اور آپ کے لئے مخصوص فضیلت قرار دیا گیا۔

لیکن آخر اس فریب اور دجل پر بھی قائم نہ رہے۔ اور یہ فضیلت مرزا آنجنائی کے لئے بھی نہ صرف ثابت کی گئی بلکہ آئندہ صرف ایسے نبیوں کا آنا ممکن قرار دیا گیا۔ جو مرزا کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر آئیں۔ یعنی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور غلامی کافی نہیں سمجھی گئی۔ دوسرے لفظوں میں صاف اور واضح مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اور جس معنی میں حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ”خاتم النبیین“ ہیں اسی طرح اور اسی معنی میں مرزا آنجنائی بھی ”خاتم النبیین“ ہے۔ ان حالات میں کون بے وقوف ہو گا جو یہ کہے گا کہ مرزا ائی امت آئینہ خاتم النبیین پر ایمان رکھتی ہے ؟

قادیانی ”فقہ“ کے اس مسئلہ کے پیش نظر مرزا آنجنائی کے بہت سے غلاموں نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا۔ عبداللطیف گنچوری، نبی بخش معراجی، سراجی، یسعی، چیمپا، وطنی، دآنجنائی، عبداللہ تیماپوری اور احمد نواز کابلی سب اسی شجر کی شاخیں ہیں۔ یہ سب کے سب نبوت کے دعوے اور مرزا آنجنائی کے راسخ الاعتقاد مرید اور امتی ہیں۔ اس لئے پاپائے قادیان اور دوسرے مرزائیوں کا بروئے فقہ مرزائیہ فرض ہے کہ وہ ان سب کو نبی تسلیم کریں۔ باقی رہے براہِ راست تو ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ صدق دل سے دعا فرمائیں کہ

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

نصوص آج کل کے انبیاء سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُسوہ رسول کی پیروی

ہماری طاقت کا اصلی سرچشمہ

(اداسلا)

(۱)

تو کرنی ہو جہان بینی محکم کی غلامی کر + عرب کا تاج رکھ سر بچھاؤ نہ عجم ہو جا

میں حق اور اسلامی تعلیم کا بنیادی نقطہ توحید و رسالت یعنی کلمہ طیبہ کا افراد و اعتراف ہے۔
 لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کا جز و اول توحید الہی ہے۔ یہ توحید دین کی
 بنیاد ایمان کی جان، اسلام کی روح اور حق پرستی کا منبع ہے۔

تو تبت بیضا تن و جہاں لا آدہ - ساز مارا پردہ گرداں لا آدہ

لا آدہ سر باؤ اسرار ما و شمشیر زو افکار ما

و فتن ازل بچوں بدل آید ہی زندگی را قوت افزاید ہے۔

توحید کا عقیدہ مسلمانوں کے لئے بمنزلہ روح ہے۔ یعنی مسلمانوں کی اسلامی زندگی کا دار و مدار
 یہ توحید پر ہے۔ ان کو دنیا میں دین، حکمت، سیاست، عدل، آئین، زور، قوت، تمکنت،
 خوبی اور کمال سب کچھ اسی کی بدولت حاصل ہوا۔ اس کی قوت سے انہوں نے کفر و شرک
 کے دور و غلبہ کو توڑا، قیصر و کسری کے تاج کو پامال کیا، طاغوتی طاقتوں کو فنا کے گھاٹ اتارا
 اور ہر قسم کی مادی و روحانی ترقی و کامیابی حاصل کی۔

اگر مسلمان آج بھی یہ کمالات حاصل کرنا چاہیں تو توحید کو حاصل کر کے سب کچھ حاصل

کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہر عقل انسانی توحید ہی کی بدولت منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔
 عقیدہ توحید ہم و شرک، اضطراب و بیچینی، کمزوری و ناتوانی اور ذلت و پستی کی بڑکھاٹ
 دیتا ہے۔ انسان کو خوف غیر اللہ سے نجات دیدیتا ہے اور اس میں وہ بے پناہ طاقت و

توانائی بھرتی ہے کہ ایک سچا و کامل مومند دنیا سے مقابلہ کے لئے کمر بستہ ہو جاتا۔ اور دنیا جہان کی مخالف طاقتوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ عمل صالح کی روح، جہاد کا دلولہ، قربانی کی تڑپ اور اطاعت الہی کا جذبہ بھی توحید ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

عقیدہ توحید قومیت اور وطنیت کے ان بتوں کو پاشی پاش کر دیتا ہے جن کی آج ساری دنیا میں پوجا ہو رہی ہے اور جنگی پرستش کے جذبہ سے اقوام عالم کو درندہ اور دنیا کو جہنم کہہ بنا رکھا ہے۔ امتیاز نسل و رنگ ہی تو وہ منبع ظلم و فساد ہے جہاں سے انسانوں پر مصائب و آلام اور تباہی و بربادی کے سیلاب نکل رہے ہیں۔ اسکی نیچکنی صرف توحید سے ہوتی ہے۔
۳۔ اسود از توحید احر می شود + خویش فاروق و ابو ذر می شود

لیکن ولے بر حال ماکہ ہم زبان سے لا ایلہ الا اللہ صدیوں سے کہہ رہے ہیں مگر مذکورہ انقلابات میں سے کوئی انقلاب بھی دنیا رونما نہیں ہوتا۔ اس کا اقرار و اعتراف ہماری زندگیوں میں ذرہ برابر انقلاب پیدا نہیں کرتا۔ کلمہ گو مسلمان کمزوری و ناتوانائی اور ذلت و پستی میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان کو خطرات و مصائب نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ خوف غیر اللہ سے بڑوں بڑوں کے دل لرز رہے ہیں۔ نام نہاد دینداروں کی پیشانیوں پر جگہ بہ جگہ سجدہ ریز ہیں۔ دماغوں پر طاغوتی قوتوں کا ہول طاری ہے۔ محبوبانِ باطل کی اطاعت و وفاداریوں کے درس دیئے جا رہے ہیں۔ حاجت روائی اور مشککشاٹی کے لئے اپنے جیسے زندہ و مردہ انسانوں سے بھیک مانگی جا رہی ہے۔ مادی طاقتوں کو اپنا قبلہ بنایا جا رہا ہے۔ اور تلاش امن و سکون میں نہ معلوم کہاں کہاں کی خاک چھانی جا رہی ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم توحید کی حقیقت سے نا آشنا اور اسکی روح سے محروم ہو گئے۔ اور محض زبانی اقرار ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ اس کلمہ کو بے سوچے سمجھے زبان سے ادا کر دینا کو بھی مخفی نہیں رکھتا۔ جب تک اس پر دل گواہی نہ دے یہ زبان کی گواہی نہ دے گی۔
۴۔ تو عوب ہو یا عجم ہو ترا لا الہ الا + لغت غریب جب تک ترا دل شے گواہی

حقیقت یہ ہے کہ ہم اسلامی توحید کی روح سے محروم ہو گئے۔ اس کی جگہ اسلام کے لباس میں شرک آگیا۔ شرکیہ عقائد و اعمال نے ہماری خدا پرستی اور دینداری کو خاک میں ملا دیا۔
۵۔ شرک پیدا ہو گیا توحید رخصت ہو گئی + بے زری نا طاقتی جزو طریقت ہو گئی

اس صحبت میں توحید کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا۔ کاش مسلمان مذکورہ بالا

اشارات ہی سے سب کچھ سمجھ لیں۔ میرا اصل موضوع رسالت ہے۔ اب میں اس کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ بعونہ تعالیٰ۔

کلمہ کا دوسرا جزو۔ رسالت محمدی

توحید کے بعد اسلام کی دوسری بنیاد اور دین کی اساس سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا اور اس کی زبان و دل سے گواہی دینا ہے۔ توحید کی شہادت دیکر ایک مسلمان دنیا میں اپنے اس اعتقاد و ایمان کا اعلان و اظہار کرتا ہے کہ میں اُن تمام فرضی، وہمی، خیالی اور فحشہ ساختہ معبودوں سے بیزار ہوں جنکو انسانوں نے اپنی حماقت و نادانی سے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ پتھر کے بتا ہوں یا مردہ و زندہ انسان اور یا خیالات و اہوال۔ میں ان سب سے نفرت کرتا ہوں۔ میرا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے جو فی الحقیقت معبود ہے۔ جس کا تصور قرآن پاک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ لہذا میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ اسکی عبادت میں کسی کو کسی حیثیت سے شریک نہیں کرتا۔ خدا جیسا کسی کو نہیں مانتا۔ کسی کو اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھتا۔ کسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا نہیں بناتا۔ کسی کے سامنے سر نہیں جھکتا۔ میرا نافع، مالک، رب اور حقیقی بادشاہ صرف اللہ ہے۔ میں اُسی سے ڈروں گا۔ جو کچھ مانگنا ہو گا اُسی سے مانگوں گا۔ اسی کے حکموں پر چلوں گا۔ اسی کو اپنا مقصود و مطلوب بناؤں گا۔ اسی کی رضا ہوئی کہ اپنا نصب انبیین اور مقصد حیات بناؤں گا۔ اسی کیلئے جیؤں گا۔ اور اسی کے لئے مروں گا۔ یہ ہے توحید کا حقیقی مقصد و مدار۔

رسالت کی حقیقت

رسالت کے معنی پیام رسانی کے ہیں۔ یہود و آدم کے وقت نسل انسانی سے کہا گیا تھا کہ جب کبھی

ایسا ہو کہ ہماری جانب سے تمہیں ہدایت ملے تو ہو کوئی میری ہدایت کی پیروی کر لیا اس کیلئے کسی طرح کا خوف و خزن نہ ہو گا، وہ بے خوف زندگی کا مالک بن جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایت انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے رسولوں ہی کے ذریعہ ملنی تھی۔ یعنی وہ مقدس و معزز انسان جو پیامات خداوندی اور احکامات الہی کو انسانوں تک پہنچائیں ان حضرات کو

امور من اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام رسانی پر مامور ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ساتھ ہی بنی نوع انسان کو یہ حقیقت بھی سمجھا دی ہے کہ ہدایت کا حشر انسانوں کی دنیا سے ماوریٰ ہے۔ واماں انسانی فہم و ادراک کا گذر نہیں۔ لیکن انسانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ہدایت جن رسولوں کے ذریعہ انسانوں کو ملے گی۔ وہ انسان ہی ہوں گے۔ عالم بشریت سے الگ کوئی عجیب قسم کی اور مافوق الادراک ہستی نہ ہوں گے۔ کہ نہ ان کا انسان ہونا سمجھ میں آئے اور نہ خدا ہونا۔ عبادت اور الوہیت دونوں چیزیں گڈڈ ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے حضرات انبیاء کرام کی بشریت کو کھلے کھلے اور واضح الفاظ میں پیش کیا ہے۔ تاکہ انسانوں کی توہم پرستی انسانوں کو حقیقت رسالت سے محروم نہ کر دے۔ لہذا یہ بات قرآن نے عجوبہ پسند انسانوں کو خوب سمجھا دی ہے کہ انسانوں کے لئے نمونہ اور مادی انسان ہی بن سکتا ہے۔ کوئی جن یا فرشتہ انسانوں کا مادی اور ان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ اور نہ خود خدا کسی انسان کی صورت میں آ سکتا ہے۔

انسانوں کیلئے انسان رسول کیوں؟

موٹی اور اصولی بات ہے
کہ گندہ جنس باہم جنس پرست

جو الفت و لگاؤ اور رابطہ و پیوستگی ہم جنسوں میں ہو سکتی ہے وہ غیر جنس میں کبھی نہیں ہو سکتی۔ ہر جنس اپنی جنس ہی کی طرف مائل ہوتی اور تعاون و اشتراک اور مہم دردی و تناصر سے مشا فطرت کو پورا کرتی ہے۔ لہذا فرشتوں کے لئے فرشتے، جنوں کے لئے جن اور انسانوں کیلئے انسان ہی نمونہ اور معلم بن سکتے ہیں۔ چونکہ دنیا میں انسان بستے ہیں اس لئے ان کے لئے ان ہی میں سے رسول ہونے چاہئیں۔ وہ انسانوں تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں ان احکام پر خود عمل کر کے دکھاتے اور ان کے لئے ایک عملی نمونہ قائم کرتے ہیں۔ ان کا کام صرف پیغام پہنچانا دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلیم خداوندی کا عملی پیکر بھی ہوتے ہیں۔ رسول سب سے پہلے خود اس پیغام پر ایمان لاتا ہے جو اس پر وحی کیا جاتا ہے۔ وہ سب سے پہلے خود مومن اور مسلم بنتا ہے۔

اگر انسانوں کو آسمان سے ندرانی فرشتے اترتے نظر آتے، کتاب مادی آنکھوں سے اترتی ہوئی نظر آتی، یا وحی کے الفاظ تمام انسانوں کو سنائی دیتے اور یا رسول انسان نہ ہوتا، نہ جن، نہ فرشتہ، بلکہ کوئی مافوق البشر عجیب قسم کی مخلوق اور لائیکل مجسمہ ہوتا تو

انسانی رشد و ہدایت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ انسانوں پر نہ خدا کی طرف سے محبت پوری ہوتی اور نہ ان کے لئے کوئی عملی نمونہ ہوتا۔ مشیت الہی کو یہی منظور ہوا کہ رسول ایک جانی بوجھی ہوئی مقدس و پاکیزہ ہستی ہو۔ اور انسانوں پر پوری طرح محبت تمام ہو جائے۔

کافر و مشرک انسان رسول نو پر ایمان لائے کیوں محروم رہے؟

تاریخ عالم گواہ ہے کہ جن سعید انسانوں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت کے سامنے سر جھکایا، توحید الہی کو اختیار کیا اور جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے، انہوں نے دنیا و آخرت دونوں میں فلاح و نجات اور ترقی و کامرانی حاصل کی۔ اور جن بد بخت شقی انسانوں نے خدا کے سامنے سر جھکانے، توحید کو ماننے اور نبیوں پر ایمان لانے سے انکار کیا انہوں نے دنیا میں مادی ترقیاں و کامرانیاں تو ضرور حاصل کیں مگر بالآخر بہت بری طرح تباہ و برباد ہوئے۔ اور ابدی جہنم کے سزاوار قرار پائے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسانوں پر انبیاء علیہم السلام نے ہر طرح الہ کی محبت تمام کی، انکو معجزات دکھلائے، اپنی مقدس و پاکیزہ زندگی سے انکے اعتراضات و شبہات کا آثار و پود کھیرا۔ انکو ہر طرح ہدایت پر لانا چاہا اور انکو راہ راست پر لانے کے لئے اپنی انتہائی اور آخری کوششیں صرف کر دیں تو پھر بھی وہ نبیوں پر ایمان کیوں نہیں لائے۔

انبیاء علیہم السلام کی مقدس سیرتوں سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ان اللہ کے برگزیدہ بندوں نے اپنے اپنے زمانوں میں انسانوں کی صلاح و فلاح میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ وہ اپنی اپنی امتوں پر ان سے ستر حصہ زیادہ شفیق و مہربان اور ہمدرد و غمگسار تھے۔ انکے سامنے اپنی صداقت و پاکیزگی، اخلاص و ایثار اور عزم و استقلال کے عظیم النظیر دلائل و براہین اور روشن ثبوت پیش کئے۔ کوئی تحریف و ترہیب ان کے پائے ثبات میں جنبش نہ پیدا کر سکی۔ مگر حیرانی ہے کہ ان کی استقامت و بے خوفی سے اور ان کے دلائل صداقت سے منکرین و معاندین کی مخالفت اور بھی بڑھ گئی۔ کفار کے انکار و مجبور و اعراض و سرکشی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اور وہ کسی طرح بھی راہ راست پر نہیں آئے۔ ارباب اقتدار کی مخالفت بڑھتی ہی گئی۔ اس کی وجہ خود قرآن مبین نے یہ بیان کی ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ لِبَشَرٍ مِّثْلِ هَٰذَا ۖ (۱۶-۹۵)

اور حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی اللہ کی ہدایت ان کے پاس آئی تو صرف اسی بات نے لوگوں کو ایمان لائے روکا کہ وہ کہنے لگے ”کیا اللہ نے ہماری طرح کام ایک آدمی پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟“
 کفار کو ہمیشہ اس بات پر تعجب رہا کہ ایک انسان پر کس طرح وحی نازل ہو سکتی ہے۔
 ایک ہماری طرح کا آدمی نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ منصب تو کسی فرشتہ یا مافوق الفطرت ہستی کو ملنا چاہئے۔ انکی سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہ تھی کہ انسان بھی رسول ہو سکتا ہے۔ انکو اس بات پر قہنا زیادہ تعجب تھا اتنی ہی زیادہ شدت و تکرار سے انبیاء علیہم السلام نے اپنی بشریت کا اعلان کیا تاکہ انسانوں کی یہ توہم پرستی اور حماقت و نادانی دور ہو جائے۔ اور وہ راہ ہدایت پر آجائیں۔ مگر منکرین و معاندین ہر رسول کے متعلق یہی اعتراض کرتے رہے۔ کہ یہ تو بشر ہے۔ ذلک بآئہ کافت تائبہم رسلہم بالبینت فقالوا البشر یھمل ونا فکھروا و تولوا و استغنی اللہ ط و اللہ غنی حمید ۵ (۶۴) بات یہ تھی کہ انکے پاس کھلی کھلی نشانیں کے ساتھ انکے رسول آتے تھے اور وہ کہہ دیا کرتے کہ ”کیا انسان ہماری رہنمائی کرینگے؟“ چنانچہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور (دعوت حق سے) اعراض کرتے تھے (بالآخر) خدا کی دعوت ان سے مستغنی ہو گئی۔ اور اللہ تو ہمیشہ سے بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

(باقی آئندہ)

باب التقریب والانتقاد

(ادارہ)

شفاء الملک

یہ ماہنامہ ایک طبی رسالہ ہے۔ جو حکیم سید مظفر علی دہلوی کی ادارت میں لائل پور سے نکلتا ہے۔ جلد کا شمارہ نمبر ہر ماہ اکتوبر اس وقت پیش نظر ہے۔ جس میں متعدد طبی مضامین ہیں۔ مختلف امراض پر سیر حاصل مقالات کے علاوہ مشہور اطباء کرام کے خصوصی مجربات بھی درج ہیں۔ طب یونانی جو درحقیقت طب اسلامی ہے۔ اور مسلمانوں کی کوشش سے معراج ترقی تک پہنچی تھی۔ ہندوستان انگریزی تسلط و اقتدار کے بعد رو بہ زوال ہے۔ حکمران طاقت نے محکموں کی ہر چیز مٹانے اور اپنی چیزوں کو قابض کرینگے جذبہ کے ماتحت جس طرح زندگی کے دوسروں شعبوں میں مسلمانوں کی خصوصیتوں کو ختم کیا۔ اور اپنی تہذیب و تمدن معاشرت و ثقافت

وغیرہ کو ملک میں اجاگر کیا۔ اس طرح انہوں نے طبیعوں، طب یونانی اور ویسی ادویہ کو بھی بدنام کر کے اور پروپیگنڈا کر کے شتم کر نیکی کو شش کی۔ اگرچہ اس میں انکو پوری کامیابی تو نہیں ہوئی لیکن پھر بھی کافی حد تک انکی کوششیں بار آور ہو گئیں۔ اور بہت سے حلقوں میں ویسی ادویہ اور حکیموں سے نفرت سی پیدا ہوئی اور ڈاکٹری ادویہ اور ڈاکٹر ونگے ساتھ حد سے بڑھ کر انس و تلقی پیدا ہوا۔ ہندوستان و پاکستان کی آزادی اور انہی اقتدار کے بیدار ضروری ہے کہ ہم اس فن کو پھر ترقی دیں۔ فن کی حیثیت سے ہکو ڈاکٹری سے بھی بغض نہ رکھنا چاہیے۔ اس کے مفید اور کارگر طریق علاج اور تدابیر سے پورا استفادہ کرنا چاہیے۔ اور خصوصاً تشہیح و جراحت میں تو اس سے استفادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہمارا اصل نصب العین یہ ہو کہ ہم طب یونانی کو پھر سے روشناس کر دیں۔ اور علمی تحقیقات اور پوری جدوجہد سے اسکو اس درجہ پر لے آئیں۔ جس درجہ پر آجکل ڈاکٹری ہے۔ اس سلسلہ میں ماہر اور تجربہ کار حکیموں کا فرض ہے کہ وہ اپنے تجربات اور تحقیقات کو منظر عام پر لایا کریں۔ خاص انخاص مجرب اور صدوری خاندانی نسخے چھپا کر نہ رکھیں۔ بلکہ افادہ عام کی خاطر آپس میں ان کا تبادلہ کیا کریں۔ اس غرض کے لئے طبی اداروں اور رسائل و اخبارات کی سخت ضرورت ہے۔ اور اسی ضرورت کے احساس کی بنا پر لائل پور سے یہ رسالہ شفاء الملک بھی جاری کیا گیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم مظفر علی صاحب کو اپنا مقصد میں کامیاب کرے۔ اور ان کے ذریعہ سے طب یونانی کی تعمیر نو کی یہ بنیادیں مضبوط ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں عام لوگوں کو چاہیے کہ خریداری سے حکیم صاحب کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ اور اطباء و کرام محسوس علمی مضامین اور محرمات شائع کرنے میں اس کی اعانت فرمائیں سالانہ چندہ صرف تین روپیہ ہے۔ ملنے کا پتہ

دفتر شفاء الملک۔ امین بازار۔ لائل پور۔ مغربی پنجاب۔

(باقی صفحہ ۳۹ پر منظر آئے گی)

سرخ نشان

دارہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہو نیکی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی۔ ارسال ہو گا۔ جس کے زائد اخراجات

سے بچنے کے لئے ہر ضرورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا رو وی۔ پی۔ واپس فرما کر ایک اسلامی ادارہ کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے

(غلام حسین منیجر)

وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں